Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے
سالانہ.............. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....عیدُ الفطر کس طرح گزاریں؟ ....مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۸، آیت نمبر ۶۳ تا ۶۶)....بنی اسرائیل کی چند بُری خصلتیں....// // ۵

درسِ حدیث ....اخلاص کی فضیلت واہمیت............// // ۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ رمضان: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولوی طارق محمود ۱۴

صدقۂ فطر اور عید الفطر کے فضائل ومسائل............مفتی محمد رضوان ۱۷

دجالی دور اور امت مسلمہ............مفتی محمد امجد حسین ۳۸

اسلام کے فوجداری قانون کی آفاقیت (قسط۱)............// // ۴۶

چھینکنے، تھوکنے اور جمائی لینے کے آداب............مفتی محمد رضوان ۵۲

رمضانُ المبارک کا مقصد اور اس کی رحمتوں سے محروم لوگ (قسط۱)......**اصلاحی مجلس**: حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب ۵۵

مناظرہ جائز ہونے کی شرائط (**بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس**)............مفتی محمد رضوان ۵۷

علم کے مینار............سرگذشت عہدِ گُل (قسط۱۲)............مولانا محمد امجد حسین ۵۸

تذکرۂ اولیاء:.. حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمہ اللہ (دوسری وآخری قسط)..امتیاز احمد ۶۱

پیارے بچو! .... حیاء والے اور بے حیاء بچوں کی نشانیاں............حافظ محمد ناصر ۶۶

بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط۱)....مفتی ابوشعیب ۶۸

آپ کے دینی مسائل کا حل.... فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم....ادارہ ۷۳

کیاآپ جانتے ہیں؟............سوالات وجوابات............ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۹

عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۹)............ابوجویریہ ۹۲

طب وصحت............ آڑو **(PEACH)**............حکیم محمد فیضان ۹۵

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز............مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............ابرار حسین ستی ۹۷

Is There Any Picture On The Moon?............// // ۹۹

Idara Ghufran

اداریہ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — مفتی محمد رضوان

عیدُ الفطر کس طرح گزاریں؟

عیدُ الفطر ہر سال رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ مکمل ہونے پر آتی ہے، اور رمضانُ المبارک کے اعمال کی سعادت حاصل ہونے کے شکرانے کے طور پر اللہ رب العزت کی جانب سے خوشی کا پیغام لاتی ہے، اس لیے اس کے اس فلسفے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(۱)......عید الفطر کا دن رمضان کے مہینہ میں روزے، تراویح اور دیگر عبادات واجر وانعام حاصل ہونے کا دن ہے۔

(۲)......عید الفطر دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کرنے کا دن ہے۔

(۳)......عید الفطر کے دن ایک شکر بدنی عبادت کی صورت میں نماز عید کی شکل میں ہے اور دوسرا شکر مالی عبادت کی صورت میں صدقہ فطر ادا کرنے کی شکل میں ہے

(۴)......عید الفطر کا دن مومن بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میزبانی کا دن ہے، اس دن مومن بندے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اور اچھا مہمان وہ ہے جو میزبان کا پسندیدہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جنہوں نے رمضان المبارک کی قدر کی۔

(۵)......عید الفطر کے دن مومن بندوں کا اللہ تعالیٰ کا مہمان ہونے کا ایک اثر یہ ہے کہ یہ دن کھانے پینے کا دن ہے اور اس دن روزہ رکھنا گناہ ہے۔

(۶)......عید الفطر کیونکہ ادائیگیِ شکر، خوشی ومسرت اور مومن بندوں کے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہونے کا دن ہے اور شکر وخوشی کے موقع پر اور مہمان ہوتے وقت صفائی ستھرائی اور زیب وزینت کا اختیار کرنا شرفاء کی عادت ہے اسی وجہ سے اس دن صفائی ستھرائی، اور شریعت کی حدود میں رہ کر زیب وزینت کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۷)......جب انسان کو خوشی ونعمت حاصل ہوتی ہے تو وہ غریبوں کے تعاون واعانت کو اہمیت دیتا ہے، عید الفطر کے بابرکت وباسعادت دن میں بھی صدقہ کی تعلیم دی گئی ہے، صدقہ فطر اسی کی ایک شکل ہے۔ اور آج غربت وافلاس کے دور دورے کے وقت غریبوں کی اعانت عید الفطر کا اہم پیغام ہے۔

Idara Ghufran

ان سب باتوں سے عیدالفطر کے دن کی حکمتوں کا ایک نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو عیدالفطر کے بابرکت دن کی حقیقت اور روح کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے گزارنا چاہئے۔

عید کی مناسبت سے جناب وفا ملک پوری صاحب کی ایک نظم پیشِ خدمت ہے۔

جس نے دنیا میں کیا ہو آخرت کا بندوبست
جو نہ بُھولا ہو غمِ ہستی میں اقرارِ اَلَسْت

کردیا ہو اپنی بیجا خواہشوں کو جس نے پست
جس نے اپنے نفسِ امارہ کو دیدی ہو شکست

فرق کچھ آئے نہ جس کے عزم واستقلال میں
راہِ حق پر جو رہے ثابت قدم ہرحال میں

جس کے ایماں کی حرارت قلب کو دے سوزوساز
جو سمجھتا ہو خدائے پاک کی طاعت کا راز

آنکھ کی ٹھنڈک ہو جس کے واسطے ذوقِ نماز
سر جھکا کر سجدۂ خالق میں جو ہو سرفراز

کامراں جس کی وفا ہو ہر جفا کے سامنے
جس کی پیشانی جھکی ہو بس خدا کے سامنے

بھول کر بھی امرِ حق سے ہو نہ جس کو اختلاف
کعبۂ دل کی حفاظت جو سمجھتا ہو طواف

جس کے دل کا آئینہ گردِ کدورت سے ہو صاف
جس کے حسنِ خلق کا دشمن کو بھی ہو اعتراف

جو غم واندوہ میں بھی مسکراتا ہی رہے
زیرِ خنجر بھی پیامِ حق سناتا ہی رہے

عید اس کی ہے مے وحدت سے سرشار ہو
عید اس کی ہے جو اہلِ درد کا غم خوار ہو

خلق میں امن وصداقت کا علمبردار ہو
خوگر دردِ محبت ، پیکرِ ایثار ہو

عید اس کی ہے جو احساسِ وفا سے کام لے
عید اس کی ہے جو گرتے ہوؤں کو تھام لے

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۴۸، آیت نمبر ۶۳ تا ۶۶) مفتی محمد رضوان

بنی اسرائیل کی چند بُری خصلتیں

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ. خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۶۳) ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (۶۴) وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ (۶۵) فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (۶۶)

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور ہم نے تمہارے اوپر بلند کر دیا طور (پہاڑ) کو (اور ہم نے اس وقت کہا کہ) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو کچھ اس (کتاب) میں ہے، تاکہ تم ڈرو (۶۳) پھر تم اس (اقرار) کے بعد پھر گئے، تو اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور (فوراً) تباہ ہو جاتے (۶۴) اور تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن کے بارے میں، تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ (۶۵) پھر ہم نے اس (واقعہ) کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت تھے، اور ان کے لئے بھی جو بعد میں آنے والے تھے، اور بنا دیا اس (واقعہ) کو نصیحت ڈرنے والوں کے لئے (۶۶)

تفسیر وتشریح

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار اس کی درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے استدعا کیجئے کہ ہمیں کوئی ایسی کتاب عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی جامع ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اس کا پختہ عہد لیا کہ جب وہ کتاب عطا ہو تو اس پر ضرور عمل کرنا، اگر چہ اس کے احکام تمہاری نفسانی خواہشوں کے خلاف ہوں، بنی اسرائیل نے اقرار کیا کہ ہم ضرور اس پر عمل کریں گے، لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر توراۃ عطا ہوئی اور آپ نے واپس تشریف لا کر قوم کو وہ دکھائی اور سنائی تو اس میں

احکام ذرا سخت تھے، مگر ان لوگوں کی حالت کے مطابق ایسے ہی احکام مناسب تھے، تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق پہلے تو یہی کہا کہ جب ہم سے اللہ تعالیٰ خود کہہ دیں گے کہ یہ میری کتاب ہے، تب مانیں گے (جیسا کہ پچھلی آیات میں گزرا) غرض وہ ستر آدمی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور پر گئے تھے واپس آ کر انہوں نے گواہی دی، مگر اس شہادت میں (اپنی طرف سے) اتنی آمیزش بھی کر دی کہ ''اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ فرما دیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے وہ معاف ہے'' تو کچھ تو ان کی طبعیت کی شرارت، کچھ احکام کی مشقت اور کچھ ان ستر آدمیوں کا اپنی طرف سے آمیزش کا حیلہ، اس کی وجہ سے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم سے تو اس کتاب پر عمل نہیں ہو سکتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کوہِ طور پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو، کہ یا تو مانو ورنہ ابھی گرا، آخر چارنا چار ان کو ماننا پڑا، اور فوراً سجدہ میں گر گئے اور توریت پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔

یہاں پر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ دین میں تو اکراہ و جبر نہیں ہے، تو یہاں بنی اسرائیل پر اکراہ و جبر کیوں کیا گیا کہ ان کے سروں پر کوہِ طور کو معلق کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ و جبر کا تعلق ایمان لانے پر ہے، کہ کسی کو جبر و اکراہ کے ذریعہ ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر اپنی خوشی سے ایمان قبول کر لے تو اس کے بعد احکام قبول کرنے پر جو جبر و اکراہ ہوتا ہے وہ اس سے مختلف چیز ہے، کیونکہ احکام قبول کر لینے کے بعد اس کے خلاف کرنا بغاوت ہے اور باغیوں کی سزا تمام حکومتوں میں بھی عام مخالف اور دشمنوں سے الگ ہوتی ہے، ان کے لئے ہر حکومت میں دو ہی راستے ہوتے ہیں، یا اطاعت قبول کریں یا قتل کئے جائیں، اسی وجہ سے اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے، کفر کی سزا قتل نہیں۔

تو بنی اسرائیل پر جو پہاڑ کو معلق کیا گیا وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کو ایمان لانے کے لئے مجبور کیا جا رہا تھا بلکہ وہ تو ان کو وعدہ خلافی سے روکنے کے لئے تھا، جیسے مسلمانوں پر حدود اور قصاص اور تعزیرات کے قوانین نافذ کرنا اکراہ و جبر نہیں بلکہ زنا، چوری، شراب نوشی، خونریزی اور ڈاکہ زنی اور اس قسم کے تمام جرائم سے روکنے کے لئے ہے۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِکَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

پھر تم اس (اقرار) کے بعد پھر گئے، تو اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور (فوراً) تباہ ہو جاتے۔

اس آیت میں بظاہر مخاطب وہ یہودی ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے، چونکہ حضور ﷺ پر ایمان نہ لانا بھی عہد شکنی میں داخل ہے، کیونکہ توراۃ میں ان سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا جا چکا تھا، اس لئے اس عہد کو پورا کرنا ان کی ذمہ داری تھی، لیکن انہوں نے اس عہد کو پورا نہیں کیا اس لئے ان کو بھی عہد شکنوں میں شامل کر کے بطور مثال فرمایا گیا کہ اس پر بھی ہم نے تم پر دنیا میں کوئی عذاب ایسا نازل نہیں کیا جیسا کہ پہلے بے ایمانوں اور عہد شکنوں پر ہوتا رہا، یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

اب چونکہ احادیث کی روشنی میں ایسے عام عذابوں کا نہ آنا حضور ﷺ کی برکت ہے، اس لئے بعض مفسرین نے فضل و رحمت کی تفسیر حضور ﷺ کی بعثت سے کی ہے۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْامِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ کُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ.

اور تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن کے بارے میں، تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔

یہ واقعہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوا، بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ کا دن معظم اور عبادت کے لئے مقرر تھا، اور مچھلی کا شکار بھی اس روز ممنوع تھا، اور یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے، اور مچھلی کے شائقین تھے۔

بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے ہفتہ کے روز مچھلیاں دریا کے کنارہ پر بکثرت جمع ہو جاتیں، اور ہفتہ گزرنے کے بعد یہ حالت ہوتی کہ ایک مچھلی بھی نظر نہ آتی، بنی اسرائیل نے جب یہ حالت دیکھی تو شکار کرنے کا ایک حیلہ یہ نکالا کہ دریا کے کنارے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے اور دریا سے پانی اور مچھلیاں آنے کے لئے نالیاں بھی بنائیں، ہفتہ کے روز جب وہ حوض مچھلیوں سے بھر جاتے تو وہ نالیاں بند کر دیتے اور اتوار کے دن ان کا شکار کرتے، ایک عرصہ تک وہ اس طرح کرتے رہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہود نے پہلے پہلے تو اس طرح کے حیلے کر کے مچھلیاں پکڑیں، پھر ہوتے ہوتے عام طور پر شکار کھیلنے لگے، تو ان میں دو فریق بن گئے، ایک فریق علماء وصلحاء کا تھا جو ان کو اس حیلہ سے منع

کرتا تھا، نصیحت کرنے والوں نے جب یہ دیکھا کہ کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو بستی کو تقسیم کرلیا اور درمیان میں ایک لمبی دیوار کھڑی کرلی، اس طرح سے شہر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا، اور آمدورفت کے لئے درمیان میں ایک دروازہ رکھ لیا، اور ہر فریق علیحٰدہ رہنے لگا۔

جب وہ کسی طرح باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی، نبی کی بددعا سے بندر بنادیئے گئے، مرد بندر اور عورتیں بندریاں بنادی گئیں، ایک روز ان کو یہ محسوس ہوا کہ جس حصہ میں یہ نافرمان لوگ رہتے تھے ادھر بالکل سناٹا چھایا ہوا ہے، تو وہاں جاکر دیکھا تو سب کے سب بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے تھے۔

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کے جوان بندر بنادیئے گئے تھے اور بوڑھے خنزیر کی شکل میں کردیئے گئے تھے، اور مسخ شدہ بندر اپنے رشتہ دار اور تعلق والے انسانوں کو پہچانتے تھے، ان کے قریب آکر روتے تھے۔

جو شخص ان کو دیکھنے آتا تو بطورِ توبیخ اور ملامت کے کہتا کہ کیا ہم نے تم کو منع نہیں کیا تھا تو وہ حسرت سے سر ہلاتا کہ بے شک تم نے ہم کو منع کیا تھا، اور یہ لوگ آنکھوں سے پہچانے جاتے تھے، کہ یہ فلاں ہے اور فلاں، تین دن تک اسی حالت میں رہے پھر سب مرگئے۔

کیا بندر وہی مسخ شدہ یہودی ہیں؟

اس معاملہ میں صحیح بات وہ ہے جو خود حضور ﷺ سے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح مسلم میں منقول ہے، کہ بعض لوگوں نے اپنے زمانے کے بندروں اور خنزیروں کے بارے میں حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا یہ وہی مسخ شدہ یہودی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں مسخِ صورت کا عذاب نازل کرتے ہیں تو ان کی نسل نہیں چلتی (بلکہ چندروز میں ہلاک ہوکر ختم ہوجاتے ہیں) اور پھر فرمایا کہ بندر اور خنزیر دنیا میں پہلے سے بھی موجود تھے (اور آج بھی ہیں، مگر مسخ شدہ بندروں اور خنزیروں سے ان کا کوئی جوڑ نہیں)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بندر بنایا وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے، اور نہ ان کی نسل چلی، اور یہ بندر جو فی الحال موجود ہے ان کی نسل سے نہیں بلکہ یہ اصل بندر ہیں (ابنِ کثیر)

کیا بنی اسرائیل کو حقیقتاً بندر بنایا گیا تھا؟

امام ابنِ جریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ حقیقتاً بندر بنا دیئے گئے تھے، یعنی صورتیں اور شکلیں بندروں کی بن گئیں ''وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ '' اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں۔

اور آثار صحابہ اور تابعین بھی اس کی شہادت دے رہے ہیں اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ لوگ حقیقتاً بندر بنا دیئے گئے تھے، اور جو یہ کہتا ہے کہ حقیقتاً بندر نہیں بنائے گئے تھے بلکہ ان کے اخلاق اور عادات بندروں جیسے ہوگئے تھے تو یہ صریح خطا ہے، قرآن مجید کے ظاہر اور روایات اور اجماعِ سلف کے خلاف ہے، کافروں کے اخلاق تو ہر زمانہ میں بندروں سے بھی بڑھ چڑھ کر رہے اور اب تو ترقی کا دور ہے اور اس زمانہ کے کافر تو اخلاق میں بندر اور سور سے بھی بڑھ کر ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کی خصوصیت نہیں۔

مسخ کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......مسخِ حقیقی: یعنی حقیقت اور ماہیت کا بدل جانا جیسے گوشت کا پتھر ہو جانا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے۔

(۲)......مسخِ صوری: یعنی حقیقتِ انسانیہ تو باقی رہے اور فقط صورت اور شکل بدل جائے، جیسے اس واقعہ میں ہوا کہ بنی اسرائیل کی فقط صورتیں اور شکلیں مسخ کی گئیں کہ بجائے صورتِ انسانی کے بندر کی صورت بنا دیئے گئے مگر حقیقتِ انسانی جس کے ذریعہ سے انسان ادراک اور احساس کرتا ہے وہ باقی تھی گویائی اور بولنے کی قوت سلب کر لی گئی تھی مگر عقل باقی تھی، جس کے ذریعہ سے اپنی صورت بدلنے کا ادراک کرتے تھے، اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ ہماری نافرمانی کی سزا ہے، مسخ سے فقط ان کی انسانی صورت زائل ہوئی اور فہم اور شعورِ انسانی باقی رہا، اسی لئے ''خاسئین'' ذوالعقول کی جمع لائی گئی، تاکہ ادراکِ انسانی کے باقی ہونے پر دلالت کرے۔

''قردۃ'' کے لفظ سے بندر کی صورت ہونا معلوم ہوا اور ''کونوا'' کے خطاب اور ''خاسئین'' سے عقل اور انسانی شعور کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تو جب ڈارون کی تحقیقات پر ایمان رکھنے والے مادہ پرستوں کے نزدیک بندر ترقی کرکے انسان بن

سکتا ہے تو اگر اللہ کے پیغمبروں کے مقابلہ ومخالفت کے نتیجہ میں ترقی الٹی ہوکر انسان سے بندر بن جائے تو ان مادہ پرستوں اور ملحدین کو بھی اس کا انکار نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ دوغلا پن اور کھلا تضاد ونفاق ہے، حرکت کی مسافت دونوں صورتوں میں ایک ہے، حیوانیت سے انسانیت کی طرف ہو یا انسانیت سے حیوانیت کی طرف ہو، مزید برآں ڈارونی گپاوٹوں کے مقابلہ میں اس مسخ کے واقعہ کو اس وجہ سے بھی ترجیح حاصل ہے کہ حیوان کو انسان بنتا تو کسی نے دیکھا نہیں اور ہزارہا انسانوں کو بندر بنتے ہوئے لاکھوں انسانوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور حدیث نے اس کی خبر دی۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

حضرت عطاء خراسانی سے مروی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دی گئی:

يَااَهْلَ الْقَرْيَةِ كُوْنُوْاقِرَدَةً خَاسِئِيْنَ   اے بستی والو! ہوجاؤ بندر ذلیل۔

اس کے بعد ان کے پاس لوگ آتے اور یہ کہتے کہ کیا ہم نے تم کو منع نہیں کیا تھا تو سر سے اشارہ کرتے کہ بے شک۔

(۳)...... مسخِ معنوی: یعنی صفاتِ نفسانیہ کا بدل جانا، مثلاً قناعت کا حرص سے اور طمع سے اور فہم وفراست کا سفاہت وبلادت سے بدل جانا کہ پہلے قانع تھا اب حریص بن گیا، پہلے متواضع تھا اب متکبر بن گیا، اس کو مسخِ معنوی کہتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ختم اور طبع کے ساتھ تعبیر کیا ہے، اور قرآن مجید کی ان آیتوں:

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا   اور   فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ

میں گدھے اور کتے کی مثال سے مسخِ معنوی مراد ہے۔

بنی اسرائیل کا مسخِ معنوی پہلے ہو چکا تھا، اس وقت تو فقط مسخِ صوری ہوا تھا، کہ بجائے شکلِ انسانی کے بندر کی شکل بنا دیئے گئے، اس لئے کہ مسخِ معنوی تو اسی وقت ہو چکا تھا کہ جب انبیاء اور علماء کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ''كَمَثَلِ الْحِمَارِ'' اور ''كَمَثَلِ الْكَلْبِ'' کا مصداق بن چکے تھے۔

نکتہ

مولائے روم نے مثنوی معنوی میں فرمایا ہے کہ اس امت میں مسخِ صوری کا عذاب تو بالعموم نہیں ہے، لیکن

مسخ معنوی اب بھی باقی ہے، دلوں کا سخت ہوجانا، ہدایت کی توفیق سلب ہوجانا، نیکی بدی میں امتیاز کرنے کی حس ختم ہوجانا، یہ اسی مسخِ معنوی کے شاخسانے ہیں، مولانا نے اپنے مخصوص اسلوب میں یوں فرمایا ہے کہ صورتوں اور اور ظاہری قالب کا مسخ تو اس امت میں نہیں لیکن قلوب کا مسخ ہونا اب بھی ہے۔

فَجَعَلْنٰـهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ.

پھر ہم نے اس (واقعہ) کو عبرت بنادیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت تھے، اور ان کے لئے بھی جو بعد میں آنے والے تھے، اور بنادیا اس (واقعہ) کو نصیحت ڈرنے والوں کے لئے۔

اس آیت میں اس مسخِ صوری کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ یہ اس لئے بندر بنائے گئے تا کہ نافرمانوں کو عبرت اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہو، اور ظاہر ہے کہ نافرمانوں کو مسخِ صوری ہی سے عبرت ہوسکتی ہے، مسخِ معنوی میں تو دوسرے نافرمان بھی انہی کے شریک اور ہم پلہ ہیں۔ جیسا کہ عربی میں مثل مشہور ہے:

اَلْعَبْدُ يُقْرَعُ بِالْعَصَا وَالْحُرُّ تَكْفِيْهِ الْمَلَامَةُ

غلام کو لکڑی سے تنبیہ کی جاتی ہے اور شریف کو ملامت ہی کافی ہوتی ہے۔

(ماخوذ از: معارف القرآن عثمانی جلد ا و معارف القرآن ادریسی جلد ا بتغیر)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

اخلاص کی فضیلت واہمیت

اخلاقِ حمیدہ وحسنہ میں سے ایک حسنِ خلق، اخلاص ہے، جس کے مقابلہ میں ریا کی بدخلقی ہے، جس کا ذکر آگے اخلاقِ رذیلہ میں آئے گا۔

اخلاص کا مطلب ہے کہ کسی بھی عمل کو انجام دیتے وقت اپنے دل میں صرف اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا کا قصد کرنا اور مخلوق کی خوشنودی اور رضا مندی، یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو شامل نہ ہونے دینا۔

چاہے کیسا ہی نیک کام ہو اور چاہے ذرا سا بھی کام ہو مگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور برکت عطا فرماتے ہیں، عمل میں جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بڑھتا جائے گا۔

قرآن مجید میں اور بہت سی احادیث میں مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کریں یعنی جو بھی نیکی کا کام کریں، صرف اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی نیت سے کریں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو راضی اور خوش کرنے کے لئے اگر کوئی عمل کیا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (سورہ بینة آیت نمبر ۵)

یعنی ان کو صرف اور صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کریں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے، یکسو ہو کر۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (سورہ روم آیت نمبر ۳۹)

اور جو دیتے ہو پاک دل سے اللہ کی رضا مندی چاہ کر، تو ان کو ثواب بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى (سورة اللیل آیت نمبر ۱۷ تا ۲۱)

اور اس (آگ) سے ایسا شخص دور رکھا جائے جو بڑا پرہیزگار ہے، جو اپنا مال محض اس غرض

سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہوجائے (یعنی محض رضائے حق اس کا مطلوب ہے) اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے (کہ یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو (اس میں نہایت ہی مبالغہ ہے اخلاص میں، کیونکہ کسی کے احسان کا بدلہ اتارنا بھی فی نفسہٖ مستحب اور افضل اور ثواب کا باعث ہے، مگر فضیلت میں ابتدائی احسان کے برابر نہیں، پس جب اس شخص کا انفاق فی سبیل اللہ اس سے بھی مبرا ہے تو ریا وغیرہ گناہوں کی آمیزش سے بدرجۂ اولیٰ بری ہوگا اور یہ کمالِ اخلاص ہے) اور (ایسے شخص کے متعلق اوپر صرف جہنم سے بچنا مذکور تھا، آگے آخرت کی مزید نعمتوں کے حصول کے متعلق فرماتے ہیں کہ) یہ شخص عنقریب خوش ہوجائے گا (یعنی آخرت میں ایسی نعمتیں ملیں گی جن سے اس کو دائمی خوشی نصیب ہوگی)

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سوال کرنے والے شخص کے جواب میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّامَاکَانَ لَہٗ خَالِصاً وَابْتُغِیَ بِہٖ وَجْھُہٗ (نسائی حدیث نمبر ۳۰۸۹، کتاب الجھاد، من غزا ایلتمس الاجر والذکر وسنن الکبری للنسائی حدیث نمبر ۴۳۴۸ ومعرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۵۹۸۸) [۱]

یعنی ”اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کیا گیا ہو اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصد ہو“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من فارق الدنيا على الإخلاص لله وحده وعبادته لاشريک له وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة مات والله عنه راض (ابنِ ماجه، باب فی الايمان، حديث نمبر ۶۹)

یعنی ”جو شخص صرف ایک اللہ پر اخلاص رکھتے ہوئے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک کیے بغیر صرف اُسی کی عبادت کرتے ہوئے اور نماز پڑھتے ہوئے اور زکاۃ دیتے ہوئے (جبکہ فرض ہوچکی ہو) دنیا سے جدا ہوا اور وفات پائی، تو اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوگا

اخلاص کے پیدا کرنے کا طریقہ اپنے اندر سے ریاکاری، تکبر کو نکالنا ہے کہ کوئی کام دنیا کی رضا کے لئے نہ کیا جائے۔

---

[۱] (اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّامَاکَانَ لَہٗ خَالِصاً) بان لا یشرک العامل فی عبادۃ ربہ احدا (وَابْتُغِیَ بِہٖ وَجْھُہ) فمن اراد بعملہ الدنیا وزینتھا دون اللہ والآخرۃ فحظہ ما اراد ولیس لہ غیرہ (فیض القدیر حدیث نمبر ۱۸۲۷ جز ۲)

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ رمضان: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ رمضان ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن ناجیۃ بن نجبۃ البربری البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ ناجیۃ کے نام سے مشہور تھے۔
(سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۶۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۹۶)

□......**ماہِ رمضان ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابومحمد بکر بن احمد بن مقبل ہاشمی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۰۵)

□......**ماہِ رمضان ۳۰۳ھ**: میں حضرت ابوالعباس حسن بن سفیان بن عامر الشیبانی النسوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰۵)

□......**ماہِ رمضان ۳۰۴ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابرہیم بن محدث عبداللہ بن محمد بن ایوب المخرمی بغدادی رحمہم اللہ کی وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۹۷)

□......**ماہِ رمضان ۳۰۸ھ**: میں حضرت شیخ الحرم ابومحمد اسحاق بن احمد بن اسحاق بن نافع خزاعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۸۹، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۱۱)

□......**ماہِ رمضان ۳۰۹ھ**: میں شیخ المالکیۃ حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن میسر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں مالکی مذہب کے بڑے فقیہ سمجھے جاتے تھے (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۹۲)

□......**ماہِ رمضان ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوالقاسم ثابت بن حزم بن عبدالرحمٰن بن مطرف السرقسطی اندلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۵۶۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۰)

□......**ماہِ رمضان ۳۱۵ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن فیض بن محمد بن فیاض الغسانی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۲۱۹ھ میں ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۲۷)

□......**ماہِ رمضان ۳۱۷ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن حسن بن سعد الہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیراعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۷)

□......**ماہِ رمضان ۳۱۸ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن یوسف بن حماد الاستراباذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۳۳)

Idara Ghufran

□......**ماہِ رمضان ۳۱۶ھ**:میں حضرت شیخ الاسلام ابوالحسن بنان بن محمد بن حمدان بن سعید الواسطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر میں رہتے تھے،اور آپ کی عبادت کی مثال دی جایا کرتی تھی، آپ نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی صحبت اٹھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۹۰)

□......**ماہِ رمضان ۳۱۹ھ**:میں حضرت ابوعباس فضل بن خصیب بن عباس بن نصر زعفرانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۵۵۲)

□......**ماہِ رمضان ۳۲۳ھ**:میں حضرت ابوطالب احمد بن نصر بن طالب بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد کے محدث کے لقب سے مشہور تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۶۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۸، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۳۳، تاریخِ دمشق ج۶ ص ۵۳)

□......**ماہِ رمضان ۳۲۵ھ**:میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن الشرقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۰)

□......**ماہِ رمضان ۳۲۸ھ**:میں حضرت ابوالوفاء محمد بن محمد بن یحیٰی بن اسماعیل بن العباس البوزجانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابوالوفاء المہندس کے نام سے مشہور تھے، اور علمِ حساب اور علمِ ہندسۃ کے امام شمار ہوتے تھے اور ان علوم میں آپ کے بڑے عجیب وغریب کارنامے ہیں، خراسان کے شہر بوزجان میں آپ کی ولادت ہوئی، اور ۳۸۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی (وفیات الاعیان ج۵ ص ۱۶۷)

□......**ماہِ رمضان ۳۲۹ھ**:میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن اسحاق بن یزید المروزی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۸۸)

□......**ماہِ رمضان ۳۳۰ھ**:میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن بشر الہروی الشافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۳۰ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۲۵۳)

□......**ماہِ رمضان ۳۳۳ھ**:میں حضرت ابوبکر احمد بن مسعود بن عمرو بن ادریس الزنبری مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۳۳)

□......**ماہِ رمضان ۳۳۴ھ**:میں حضرت ابوجعفر محمد بن یحیٰی بن عمر بن علی بن حرب الطائی الموصلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۵۸)

□......**ماہِ رمضان ۳۳۹ھ**:میں حضرت ابوعلی احمد بن محمد بن فضالۃ بن غیلان الہمدانی الحمصی رحمہ

اللہ، آپ السوسی کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۰۴)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۰ھ**: میں حضرت شیخ العربیہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق بغدادی النحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ مشہور نحوی عالم ابواسحاق ابراہیم بن السری الزجاج رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور انہیں کی نسبت کی وجہ سے ''زجاجی'' کے نام سے مشہور تھے، طبریہ مقام میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۷۶، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۱۳۷)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن عقبۃ بن ہمام الشیبانی الکوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۴۴)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۵ھ**: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن یعقوب بن ابراہیم بن احمد بن عیسیٰ بن الجراب البغدادی البزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۶۲ھ میں عراق کے شہر سامراء میں ہوئی

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۹۸)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوجعفر احمد بن جعفر بن احمد بن معبد الاصبہانی السمسار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۱۹)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس بن سلمۃ نیشاپوری الطرائفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابوالولید الفقیہ رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۲۰)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۶ھ**: میں حضرت ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل المحبوبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۳۷)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۸ھ**: میں شیخ الصوفیہ حضرت ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر بن قام بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ۹۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۶۰)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۹ھ**: میں حضرت قاضی ابواحمد محمد بن احمد بن ابراہیم بن سلیمان بن محمد الاصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ العسال کے نام سے مشہور تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، ۹ ذی الحجہ ۲۶۹ھ میں ولادت ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص، طبقات الحفاظ ج ا ص ۷۱، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۸۸، تاریخِ بغداد ج ا ص ۱۲۳)

□......**ماہِ رمضان ۳۴۹ھ**: میں حضرت ابواحمد حامد بن احمد بن محمد بن احمد المروزی الزیدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،

﴿بقیہ صفحہ ۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

صدقۂ فطر اور عید الفطر کے فضائل ومسائل

صدقۂ فطر کے فضائل

(۱)......حضرت عبداللہ بن ثعلبۃ بن عبداللہ بن ابی صغیر اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گندم کا ایک صاع ہر دو کی طرف سے ہوگا (یعنی ایک شخص کی طرف سے گندم کا نصف صاع اداء کیا جائے) چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، پس جو تم میں غنی اور مالدار ہوں تو ان (کے روزوں) کو اللہ تعالیٰ (اس صدقۂ فطر کی وجہ سے) پاک فرمادیں گے اور جو تم میں غریب ہیں (ان پر صدقۂ فطر اگرچہ واجب نہیں مگر اس کے باوجود بھی اگر وہ دیں تو) اللہ تعالیٰ انہیں اس صدقہ سے زیادہ دیں گے جو انہوں نے دیا ہے (ابوداؤد، احمد، الجامع الصغیر للسیوطی جلد۴، باب حرف الصاد، حدیث نمبر ۴۹۹۰)

(۲)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے زکاۃِ فطر (یعنی صدقۂ فطر) روزے داروں کو بیکار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد وتعاون کرنے) کے لئے مقرر فرمایا، جس نے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کردیا تو یہ مقبول صدقۂ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو پھر یہ عام صدقہ ہے (یعنی نماز سے پہلے ادا کئے جانے والے کے برابر قبولیت کا درجہ نہیں رکھتا) (ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم وقال صحیح علی شرط البخاری، الترغیب والترہیب ج۲ص۹۶)

تشریح: صدقۂ فطر ادا کرنے سے ایک شرعی حکم پورا کرنے کا ثواب تو ملتا ہی ہے۔ اس کے ساتھ کئی اور فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

صدقۂ فطر روزوں کو پاک صاف کرنے کا ذریعہ ہے، روزے کی حالت میں جو فضول، بیہودہ باتیں زبان سے نکلیں صدقۂ فطر کے ذریعے روزے ان چیزوں سے پاک ہوجاتے ہیں۔

اور صدقۂ فطر سے عید کے دن ناداروں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہوجاتا ہے اور عید کی خوشیوں

Idara Ghufran

ومسرتوں میں غریبوں کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے، اسی لئے عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقۂ فطرادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اسی طرح صدقۂ فطر سے اللہ تعالیٰ مال اور رزق میں برکت فرماتے ہیں، اس کی ادائیگی سے انسان کو کامیابی ملتی ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔

اندازہ کیجئے! کتنا آسان نسخہ ہے کہ صرف صدقۂ فطر کی تھوڑی سی مقدار دینے سے تیس روزوں کی صفائی ہوجاتی ہے اور لایعنی اور گندی باتوں کی روزے میں جو ملاوٹ ہوگئی اس کے اثرات سے روزے پاک ہوجاتے ہیں۔ گویا صدقۂ فطر ادا کردینے سے روزوں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والی چیزیں باقی نہیں رہتیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے تینوں فقہاء (یعنی امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک صدقۂ فطر کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں، بلکہ ہر اُس شخص کو ادا کرنا چاہیے جس کے پاس ایک رات اور ایک دن کی خوراک کا بندوبست ہو؛ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صدقۂ فطر اُس شخص پر واجب ہے جو زکاۃ کے نصاب کے برابر (نامی یا غیر نامی ضرورت سے زائد) مال کا مالک ہو

(درسِ ترمذی، جلد۲صفحہ۴۹۷، بتغیر)

اس لیے بہتر تو یہی ہے کہ ہر مسلمان امیر وغریب صدقۂ فطر ادا کر کے صدقۂ فطر کے فضائل وفوائد سے مستفید ہو۔اور اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر مسئلہ کی رُو سے کسی پر صدقۂ فطر واجب نہ ہو تب بھی دے دینا چاہئے، کیونکہ اس سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے (جیسا کہ گزشتہ حدیث نمبر ۱، میں بھی ذکر آچکا ہے) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ غریب کو بھی اپنے روزوں کو پاک کرنے کی ضرورت ہے ،لہٰذا اگر غریب بھی کسی طرح انتظام کر کے صدقۂ فطر ادا کردے تو بہت اچھا ہے؛ خرچ بہت معمولی ہے اور نفع بہت بڑا ہے۔

فائدہ: مندرجہ بالا فوائد ومنافع پر صدقۂ فطر واجب ہونے نہ ہونے کا دارومدار نہیں، بلکہ وہ حکمت ومصلحت کے درجے میں ہیں اور ہر حکمت ومصلحت کا ہر وقت ہر شخص کے حق میں پایا جانا ضروری نہیں اور اصل بنیاد اس پر ہے کہ یہ شریعت کا ایک حکم ہے۔

صدقۂ فطر کتنا اور کس چیز سے ادا کیا جائے؟

مسئلہ:......مُد اور صاع عرب میں اُس زمانے میں ناپنے کے پیمانے تھے، ایک صاع چار مُد کا ہوتا تھا تو دو مُد آدھے صاع کے برابر ہوئے۔

ہمارے مروّجہ وزن کے لحاظ سے آدھا صاع علماء کی تحقیق کے مطابق پونے دوسیر اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق سوادوسیر کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

اور ایک صاع اس مذکورہ وزن کا دوگنا ہے یعنی ساڑھے تین سیر اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق ساڑھے چار سیر۔

مسئلہ...... : صدقۂ فطر کی مقدار گندم یا اس کے آٹے سے آدھا صاع (پونے دوسیر) ہے اور اس کے علاوہ احادیث میں مذکور باقی تین چیزوں یعنی جَو، یا اس کے آٹے، کھجور یا کشمش سے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) ہے۔ احادیث میں صدقۂ فطر کی ادائیگی سے متعلق جن چار اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے، اُن میں سے کسی بھی چیز کو بعینہٖ یا اُن میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کو ادا کرنا درست ہے۔

اور ان میں سے کسی چیز کی قیمت نقدی کی صورت میں ادا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس سے فقیر کی ہر ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ مالیت کے زیادہ ہونے سے ثواب میں اضافہ ہوجاتا ہے؛ کیونکہ زیادہ مالیت سے غریبوں اور فقیروں کا زیادہ فائدہ اور نفع ہوتا ہے۔

اور حضور ﷺ نے ان مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی پابندی نہیں لگائی، اور ایک سہولت یہ بھی دی گئی کہ اگر کوئی ان چیزوں کے بجائے ان میں سے کسی ایک چیز کی مالیت کی کوئی اور چیز دینا چاہے مثلاً چاول، مکئی، باجرہ، چنا، دال، پنیر، دودھ وغیرہ یا نقد رقم دینا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اگر مذکورہ چار چیزوں میں سے کوئی چیز دینا چاہے تو اس میں خاص وزن کی پابندی ہے۔ لیکن ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز دینا چاہے یا نقد رقم دینا چاہے تو مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی بھی ایک چیز کے مذکورہ وزن کی مالیت کو بنیاد بنایا جائے گا

چنانچہ اگر کوئی ایک صاع کشمش کے بجائے نقدی دینا چاہے، تو بازار میں جتنی رقم کی ایک صاع کشمش آتی ہے، تو اتنی رقم ادا کرے، اور اگر گندم کے بجائے اس کی قیمت دینا چاہے تو جتنی رقم کی آدھا صاع گندم آتی ہے، اتنی رقم ادا کردے۔ اسی طرح باقی چیزوں کا بھی معاملہ ہے۔

مسئلہ...... صدقۂ فطر اگر گندم کے آٹے سے ادا کیا جائے اور آدھا صاع آٹے کی قیمت گندم کی آدھا صاع کی قیمت سے کم ہو تو آٹا یا اس کی قیمت دینے سے صدقۂ فطر ادا نہ ہوگا۔

اور اگر آٹے کی قیمت گندم کی قیمت سے زیادہ یا اس کے برابر ہو تو ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ...... اگر کوئی شخص قیمت سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہتا ہے تو جہاں وہ شخص رہتا ہے وہیں کے اعتبار سے قیمت کا لحاظ ہوگا اور اگر صدقۂ فطر ادا کرنے والا ایک جگہ ہے اور وہ کسی دوسری جگہ اپنا صدقۂ فطر بھیج کر رقم کے ذریعہ سے ادا کرنا چاہتا ہے اور دونوں جگہوں کی قیمتوں میں فرق ہے تو افضل یہ ہے کہ جس جگہ کی قیمت کا معیار (ویلیو) زیادہ ہو اس لحاظ سے ادا کیا جائے (لانہ انفع للفقراء) اگرچہ گنجائش اس کی بھی ہے کہ کسی بھی مقام کے اعتبار سے ادائیگی کرے۔

مسئلہ...... مذکورہ چار اشیاء میں سے جس چیز کے ساتھ کوئی صدقۂ فطر ادا کرنا چاہتا ہے اور وہ چیز اعلیٰ وادنیٰ کے لحاظ سے مختلف مالیت کی ہو تو درمیانے درجے کی چیز یا اس کی قیمت کے اعتبار سے صدقۂ فطر ادا کرے، یا پھر خود جس درجہ کی چیز استعمال کرتا ہے اس کے اعتبار سے دے دیا جائے، اور اگر اعلیٰ درجہ کی چیز یا اس کی قیمت سے ادا کیا جائے تو یہ بہت اچھا ہے، لیکن اگر ادنیٰ قسم کی قیمت کے اعتبار سے ادا کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے

صدقۂ فطر کی قیمت کو متعین کر کے اس لیے نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ زمانے اور مقام اور اشیاء کی مالیت کے لحاظ سے کم، زیادہ ہوسکتی ہے؛ اس لیے جس چیز کی مالیت کے اعتبار سے ادا کیا جائے، اس وقت اُس کی قیمت دیکھ لینی چاہیے۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کی شرائط

صدقۂ فطر واجب ہونے کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)......مسلمان ہونا: پس کافر پر بذاتِ خود صدقۂ فطر واجب نہیں ہے، کیونکہ صدقۂ فطر عبادت ہے، اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔

(۲)......آزاد ہونا: پس شرعی غلام یا باندی پر بذاتِ خود صدقۂ فطر واجب نہیں، کیونکہ شرعاً غلام یا باندی کی مال پر ملکیت متحقق نہیں ہوتی۔

(۳)...... صاحبِ نصاب ہونا: پس جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں۔

فائدہ: صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے قربانی واجب ہونے کی طرح عاقل وبالغ ہونا شرط نہیں، جس

کی تفصیل آگے ذکر کی جائے گی۔ اسی طرح صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے مقیم ہونا بھی شرط نہیں ہے، جیسا کہ قربانی واجب ہونے کے لئے مقیم ہونا شرط ہے۔

لہٰذا جو شخص صدقۂ فطر واجب ہونے کے وقت یعنی عید کے دن صبح صادق کے وقت مسافر ہو اور اس میں صدقۂ فطر واجب ہونے کی دیگر شرائط موجود ہوں تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کا نصاب

زکاۃ کے بیان میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جو شخص اتنا مالدار ہو، کہ وہ زکاۃ کا مستحق نہ ہو، اُسی پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے، گویا کہ زکاۃ کا مستحق نہ ہونے اور صدقۂ فطر وقربانی واجب ہونے کا نصاب ایک ہی ہے۔

پس جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا زکوٰۃ فرض نہ ہو لیکن اس کی ملکیت میں ضروری سامان سے زائد کم ازکم اتنا مال وسامان ہو جس کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو، ایسے شخص پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے

مسئلہ...... صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے ان پانچ قسم کی چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے:

(۱)...... سونا **(۲)**...... چاندی **(۳)**...... روپیہ پیسہ **(۴)**...... تجارت کا مال **(۵)**......ضرورت سے زیادہ سامان۔

ان میں سے پہلی چار چیزیں تو وہی ہیں، جو زکاۃ کے نصاب سے تعلق رکھتی ہیں اور پانچویں چیز زکاۃ کے نصاب سے اضافی ہے۔

مذکورہ نصاب کی روشنی میں صدقۂ فطر مندرجہ ذیل مالداروں پر واجب ہے۔

﴿۱﴾ جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ صرف سونا ہو

﴿۲﴾ جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ صرف چاندی ہو

﴿۳﴾ جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف روپیہ پیسہ ہو۔

﴿۴﴾ جس کی ملکیت میں کم ازکم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف تجارت کا مال ہو۔

﴿۵﴾ جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف ضرورت سے زیادہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز ہو۔

﴿۶﴾ جس کی ملکیت میں اوپر ذکر کی ہوئی تھوڑی تھوڑی پانچوں چیزیں یا ان پانچ میں سے دو یا زیادہ چیزیں اتنی مالیت کی ہوں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جائے۔

ان میں سے ہر ایک پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو صدقۂ فطر واجب ہے اور ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ یا کوئی واجب صدقہ لینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ...... ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لئے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینے سے غلط فہمی ہوگی۔

مسئلہ...... ٹی وی، وی۔ سی۔ آر، ڈش، ناجائز مضامین کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں جیسی چیزیں ضروریات میں داخل نہیں بلکہ لغویات ہیں، اور وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور سال بھر میں ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں ہوتیں، ضرورت سے زیادہ ہیں اس لئے ان سب کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

مسئلہ...... رہائشی مکان، استعمالی کپڑے، سواری، صنعتی آلات، مشینیں اور دوسرے وسائلِ رزق جن کے ذریعے کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے ضرورت میں داخل ہیں۔

مسئلہ...... جو چیزیں استعمال کرنے، پرانی یا خراب ہوجانے کے بعد یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں ایک طرف پڑی رہتی ہیں سال بھر بھی ان کی ضرورت پیش نہیں آتی اور ان کی طرف مدتوں دھیان بھی نہیں جاتا اس قسم کی تمام چیزیں غیر ضروری ہیں ان مالیت کو بھی حساب میں شمار کرنا ضروری ہے۔ اور جو چیز بالکل ناکارہ ہوگئی ہو اور اس کی کچھ بھی مالیت نہ ہو اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ...... صدقۂ فطر کے نصاب میں غیر ضروری چیزوں کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ قیمتِ فروخت کے اعتبار سے ہوگی (اور جس قیمت پر خریدا گیا تھا اس کا اعتبار نہ ہوگا) چنانچہ پرانی اور فالتو یا خراب چیزیں

جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں ان کی اس قیمت کا اعتبار ہوگا کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو کیا قیمت حاصل ہوگی۔یہی حکم سونے،چاندی،اور تجارت کے سامان کا ہے۔اور اس مالیت و قیمت کا اعتبار ہوگا جو عید کے دن اُن چیزوں کی ہو۔

مسئلہ...... اگر کسی شخص کے پاس صدقۂ فطر کے دنوں میں اتنی رقم موجود ہے کہ جس پر صدقۂ فطر لازم ہوجاتا ہے لیکن وہ رقم مہینے بھر کی ضروریات کے لئے رکھی ہوئی ہے اور مہینے بھر کا خرچہ اسی سے پورا کرنا ہے تو اس شخص پر صدقۂ فطر لازم ہے البتہ اگر اس شخص نے عید کا دن شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنی ضروریات میں استعمال کرلیا مثلاً گھر کا سودا سلف خرید لیا اور رقم صدقۂ فطر کے نصاب کے برابر نہیں بچی یا ادھار ضروریات کی چیزیں خرید لیں اور اس کے ذمہ اتنی رقم لازم ہوگئی کہ اس کو ادا کیا جائے تو رقم نصاب کے برابر نہیں بچتی تو اس پر صدقۂ فطر لازم نہیں۔

مسئلہ...... مکان، دکان، کاروبار، شادی بیاہ وغیرہ کی ضروریات کے لئے رکھی ہوئی رقم اور زیورات پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

مسئلہ...... جس قرض کے ملنے کی توقع ہو اسے نقدی میں شمار کیا جائے گا خواہ وہ نقدی کی صورت میں آپ نے کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول کرنا باقی ہو سب کو شامل کرکے حساب کیا جائے گا۔

مسئلہ...... اگر کوئی مقروض ہے تو پانچ قسم کے مالوں (سونے، چاندی، تجارت کا مال، نقدی، ضرورت سے زیادہ سامان) کی قیمت لگائے، پھر اس سے قرض کو علیحدہ کرے، قرض نکالنے کے بعد اگر مال نصاب کے برابر ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ...... صدقۂ فطر واجب ہونے کے بعد اگر مال جاتا رہا تب بھی صدقۂ فطر ذمہ میں رہے گا، البتہ زکوٰۃ وعشر مال تلف ہونے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔

مسئلہ...... صدقۂ فطر کے نصاب کے لئے مال پر سال گزرنا ضروری نہیں بلکہ عید کے دن صبح صادق کے وقت ملکیت میں اتنا مال ہونا کافی ہے جس پر صدقۂ فطر لازم ہوتا ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس عید کی رات میں صبح صادق ہونے سے پہلے اتنا مال آ گیا تو اس پر صدقۂ فطر لازم ہوگا، خواہ عید کا دن گزر کر وہ مال ملکیت میں نہ رہے۔

صدقۂ فطر ،کن ،کن افراد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے؟

مسئلہ...... صدقۂ فطر مسلمان، صاحبِ نصاب، آزاد شخص کو اس فرد کی طرف سے دینا واجب ہے جس کا نفقہ اور خرچہ اپنے ذمہ ہو اور اس پر ولایت بھی حاصل ہو۔

ایسا فرد ایک تو اس کی اپنی ذات ہے کہ اپنے اخراجات اپنے ذمہ ہوتے ہیں اور اپنے نفس پر ولایت بھی حاصل ہوتی ہے۔

دوسرے اپنی نابالغ اولاد ہے۔

بالغ اولاد کا خرچہ باپ کے ذمہ نہیں ہے اس لئے ان کی طرف سے صدقۂ فطر بھی باپ کے ذمہ نہیں ہے اگرچہ وہ اس کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ہوں اور اکٹھے کھاتے پیتے ہوں۔

بیوی کا نان ونفقہ اگرچہ شوہر کے ذمہ ہے مگر بیوی پر شوہر کو ولایت حاصل نہیں اس لئے مرد کے ذمہ بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں۔ اسی طرح محرم رشتہ دار جو کمانے سے معذور ہوں ان کا نفقہ اگرچہ آدمی پر واجب ہے مگر ان پر ولایت حاصل نہیں اس لئے ان کا فطرانہ بھی واجب نہیں۔ اور ماں پر اپنی اولاد کا نفقہ واجب نہیں اس لئے ماں کے ذمہ اپنی اولاد کا فطرانہ بھی واجب نہیں خواہ نابالغ کیوں نہ ہوں۔

پس صاحبِ نصاب آدمی پر صدقۂ فطر صرف اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، بالغ مجنون اور پاگل اولاد بھی نابالغ اولاد کا حکم رکھتی ہے۔

ماں کے ذمہ بچوں کا صدقۂ فطر نہیں، خواہ وہ مالدار ہی ہو۔

اور مرد کے ذمہ نابالغ اولاد کے علاوہ کسی اور رشتہ دار مثلاً بیوی، بالغ اولاد، بہن، بھائی غرض کسی بھی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں، اگرچہ یہ اس کے زیر کفالت ہوں مثلاً چھوٹے بھائی، بہن وغیرہ۔

البتہ بالغ اولاد اور بیوی کا فطرانہ ان سے اجازت لئے بغیر ادا کر دیا تو ادا ہو گیا بشرطیکہ بالغ اولاد اس کے عیال میں ہو، ورنہ صدقہ ادا نہ ہوگا، اور باقی کسی بھی رشتہ دار کی طرف سے بلا اجازت ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا۔

مسئلہ...... باپ نہ ہو یا تنگدست ہو تو دادا باپ کے قائم مقام ہے یعنی اس پر واجب ہے کہ اپنا اور اپنے ان نابالغ یتیم پوتے پوتیوں کا صدقۂ فطر ادا کرے جو صاحب نصاب نہیں ہیں۔

مسئلہ...... اگر چھوٹے نابالغ بچے یا بالغ مگر مجنون کی ملکیت میں اتنا مال ہو جتنے کے ہونے سے صدقۂ

فطر واجب ہوتا ہے مثلاً اس کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہوا اس کی میراث میں اس بچہ کو حصہ ملا، یا کسی اور طرح سے بچے کو مال مل گیا تو باپ اس بچے کا صدقۂ فطر اس کے مال سے ادا کرے اپنے مال میں سے دینا ضروری نہیں۔

مسئلہ...... جس نابالغ لڑکی کا نکاح کر کے رخصت کر دیا گیا اگر وہ شوہر کی خدمت کے قابل ہے تو اس کا صدقۂ فطر کسی پر نہیں، نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ اور اگر خدمت کے قابل نہیں یا صرف نکاح ہوا ہے اور رخصتی عمل میں نہیں آئی تو اس کا صدقۂ فطر بدستور باپ پر ہے۔ یہ جب ہے کہ لڑکی خود صاحبِ نصاب نہ ہو، ورنہ بہرصورت اس کے اپنے مال میں سے ادا کیا جائے۔

مسئلہ...... نابالغ اور مجنون اگر صاحب نصاب تھے اور ان کے سرپرست نے ان کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا نہ کیا تو بالغ ہونے پر اور جنون زائل ہونے پر دونوں کے ذمہ صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، ہاں اگر صاحب نصاب نہ تھے اور ان کے باپ دادا نے بھی ان کی طرف سے ادا نہ کیا تو ان کے ذمہ کچھ نہیں۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی اور اس کے مستحقین سے متعلق مسائل

مسئلہ...... صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا وقت اگرچہ عید کے دن کا صبح صادق ہے، لیکن اگر کوئی اس سے پہلے رمضان میں کسی تاریخ کو پیشگی دیدے تب بھی اداء ہو جاتا ہے۔

اگر کسی نے نہ رمضان میں اداء کیا اور نہ عید کے دن تو بعد میں جب بھی اداء کرے گا وہ اداء ہوگا، نہ کہ قضاء کیونکہ عید کے دن سے لے کر موت تک کا وقت صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لئے ہے جب تک اداء نہ کرے اس کے ذمہ رہے گا، البتہ جلد سے جلد اداء کر دینا چاہیے اور عید کے دن سے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک صدقۂ فطر ادا نہیں کرے گا، معاف نہ ہوگا خواہ کتنا ہی زمانہ گذر جائے، عمر بھر یہ واجب اس کے ذمہ رہے گا اور جب بھی ادا کرے گا یہ ادا ہو جائے گا، لیکن تاخیر ہونے پر استغفار کرنا چاہئے۔

مسئلہ...... افضل ومستحب یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے۔

مسئلہ...... اگر کسی نے رمضان سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا تو رمضان آنے کے بعد اسے دوبارہ صدقۂ فطر ادا کرنے کی ضرورت نہیں، پہلے ادا کیا ہوا ہی کافی ہو جائے گا۔

مسئلہ...... صدقۂ فطر کیونکہ عید الفطر کی صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، لہٰذا صبح صادق سے پہلے صاحبِ نصاب شخص کے یہاں جو بچہ پیدا ہو یا کافر صاحبِ نصاب مسلمان ہو گیا یا فقیر مالدار ہو گیا تو ان پر

صدقۂ فطر واجب ہے۔

اسی طرح صبح صادق کے بعد جو شخص فوت ہوا یا مالدار شخص غریب ہو گیا تب بھی صدقۂ فطر واجب ہے اور صبح صادق سے پہلے جو شخص فوت ہو گیا یا مالدار شخص غریب ہو گیا تو ان پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اسی طرح صبح صادق کے بعد جو بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو ان پر بھی واجب نہیں۔

مسئلہ...... اگر زندگی میں کسی عذر سے صدقۂ فطر ادا نہ کر سکا تو مرنے سے پہلے اس کی وصیت فرض ہے، اس صورت میں ورثاء پر لازم ہے کہ اس کے تہائی ترکہ میں سے صدقۂ فطر ادا کر دیں اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں اس واجب کے چھوڑنے کی وجہ سے سخت گناہ ہوگا، مگر اس صورت میں وارثوں کے ذمہ کچھ واجب نہیں، ہاں بالغ ورثاء تبرعاً اپنے حصہ سے ادا کر دیں تو جائز بلکہ ثواب ہے۔

مسئلہ...... صدقۂ فطر کو اس کے صحیح شرعی مصرف میں لگانا صدقۂ فطر ادا کرنے والے کی شرعی ذمہ داری ہے اس بارے میں آج کل بہت کوتاہی پائی جارہی ہے۔

مسئلہ......: صدقۂ فطر صرف انہی غریبوں کو دیا جاسکتا ہے جنہیں زکوٰۃ دینا درست ہو، جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، انہیں یہ صدقہ دینا بھی جائز نہیں جس پر زکوٰۃ یا صدقۂ فطر واجب ہو وہ اس صدقہ کا مستحق نہیں۔

مسئلہ......: ایسا مسافر جس کے پاس مال نہ رہا، وہ بقدرِ ضرورت صدقۂ فطر لے سکتا ہے اگرچہ اس کے گھر میں بقدرِ ضرورت مال موجود ہو۔

مسئلہ...... اپنے اصول یعنی جن سے پیدا ہوا ہے مثلاً اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا، پردادی، وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اس سے واجب ادا نہیں ہوگا۔

والدین کی خدمت ویسے ہی اولاد کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد، پوتے، پوتی، نواسے، نواسی وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

اسی طرح اپنے فروع یعنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو بھی یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اور اسی طرح شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ...... مذکورہ افراد کے علاوہ سب رشتہ داروں کو یہ صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں بلکہ ان کو دینے میں دوگنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا، دوسرا حسنِ سلوک کا۔

چنانچہ اپنے بھائی، بہن، چچا، چچی، ماموں، ممانی، خالہ، پھوپھی، اور ان سب کی اولادیں، دودھ کے رشتے

کے والدین اور دودھ کے رشتے والی اولاد،سوتیلے والدین،سوتیلی اولاد،،بہو،داماد،سسر وغیرہ کوصدقۂ فطر دیناجائز ہے،بشرطیکہ یہ مستحق اورغریب ہوں۔

مسئلہ...... کسی کے حالات میں غوروفکر کرنے کے بعد اسے مستحق سمجھ کرصدقۂ فطر دے دیا،بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں ،مثلاً مالدار ہے یا ہاشمی ہے یا اپنے اصول وفروع (والدین یا اولاد) میں سے نکلا تو صدقۂ فطر ادا ہو گیا۔اگرغوروفکر کئے بغیرصدقۂ فطر دے دیااور بعد میں غیر مستحق نکلاتو صدقۂ فطرادا نہ ہوا۔

مسئلہ...... لینے والا اگر مستحق نہیں ہے اوراسے معلوم ہو گیا کہ جورقم مجھے دی گئی ہے یہ صدقۂ فطر کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ رقم مالک کوواپس کردے اور مالک اسے صحیح مصرف میں ادا کرے۔

مسئلہ...... ایک شخص کا فطرانہ کئی غریب مستحقین کو یا کئی شخصوں کا فطرانہ ایک غریب مستحق کو دیا جاسکتا ہے۔البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایک شخص کا فطرانہ ایک سے زیادہ غریبوں کونہ دیا جائے۔

مسئلہ...... مال جس شہر میں ہے اس کا صدقۂ فطر وہیں کے فقراء ومستحقین پر تقسیم کیا جائے (گوکہ صاحبِ مال دوسرے شہر میں ہو) دوسری جگہ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔

ہاں اگر وہاں کے مستحقین اپنے رشتہ دار ہوں یا وہاں کے مستحقین زیادہ محتاج ہوں یا زیادہ نیک وپرہیز گار ہوں یا وہاں بھیجنا مسلمانوں کے حق میں زیادہ نفع مند ہوتو شہر سے باہر بھیجنے میں کوئی کراہت نہیں، اسی طرح اگرکوئی مسلمان غیرمسلم ملک میں رہتا ہے اگر وہ صدقۂ فطر اسلامی ملک میں بھیجے یا کوئی شخص دوسرے شہر کے طلبہ دین کے لئے بھیج دے تو بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ...... اگرکسی کا باپ مالدار ہوتواس کے نابالغ بچوں کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں اور بالغ بچے اگر مالدار نہ ہوں توانہیں یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔اسی طرح اگرکسی مالدار شخص کی بیوی خود مالدار نہ ہوتو اس عورت کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

اگر نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہے،باپ مالدار نہیں توان بچوں کو بھی یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ...... کسی کی مزدوری یاحقُ الخدمت کے طور پر یہ صدقہ دینا جائز نہیں،لہٰذا امام ومؤذن کی خدمت کے معاوضہ کے طور پران کو یہ صدقہ دینے سے واجب ادانہیں ہوگا۔

مسئلہ...... زکوٰۃ اور دوسرے صدقاتِ واجبہ کی طرح اس صدقہ کے ادا ہونے کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ کسی غریب کو مالکانہ طور پر دیا جائے ،جس میں اس کو ہرطرح کا اختیار ہو چاہے وہ اس کوخود استعمال

کرے یا کسی دوسرے کو فروخت یا ہبہ کرے۔

چنانچہ اسے مسجد، مدرسہ، شفاخانہ، کنویں، پل یا کسی اور رفاہی ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ادارہ غریبوں ہی کی خدمت کے لئے وقف ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی غریب کو مالک بنانا اور اس کے قبضہ میں دینا نہیں پایا گیا اسی طرح کسی وارث کے کفن دفن یا کسی میت کا قرض ادا کرنے میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ کسی ایسے مدرسہ یا انجمن وغیرہ کو دینا بھی جائز نہیں جہاں غریبوں کو مالکانہ طور پر وہ صدقہ نہ دیا جاتا ہو۔ بلکہ ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی امور پر خرچ کر دیا جاتا ہو۔

البتہ اگر کسی ادارے میں غریب طلبہ یا دوسرے غریبوں کو مفت کھانا، کپڑا وغیرہ دیا جاتا ہو تو وہاں یہ صدقہ دینا جائز ہے۔ جبکہ عموماً دینی مدارس میں ایسا ہی ہے۔

مسئلہ...... اہلِ حق علماء کی زیرِ نگرانی دینی مدارس وجامعات دین کی اشاعت اور بقاء کا ذریعہ ہیں، اور دشمنانِ اسلام اِن کو مٹانے کے درپے ہیں، اِن حالات میں ان کے ساتھ تعاون بہت بڑی نیکی ہے اور ان کی طرف سے کسی کا عطیہ قبول کر لینا، دینے والے کی نیک بختی اور خوش نصیبی ہے نہ کہ ان پر کوئی احسان ہے مسلمان کی سعادت اور خوش بختی کی نشانی یہ ہے کہ از خود ان کو اپنا مال پیش کرے۔

عید الفطر کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

> نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو تہوار منایا کرتے تھے، اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ:۔ یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انھوں نے عرض کیا کہ: ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو تہواروں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عید الاضحیٰ کا دن، دوسرا عید الفطر کا دن'' (ابوداؤد فی

الصلاۃ،نسائی فی العیدین ومسند احمد)

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں کے ان دودنوں کے بدلہ میں ان سے بہتر دودن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے عطافرمادیئے ہیں،عید الفطر میں تو نماز عید اور صدقۂ فطر ادا ہوتا ہے اور عید الاضحیٰ کے دن نمازِ عید اور قربانی (کنزالعمال ج ۸ص ۵۴۸ رقم ۲۴۱۰۶ بحوالہ بیہقی)

عید کے دن مسنون ومستحب اعمال

عید کا دن چونکہ عبادت اور خوشی کے مجموعے کا دن ہے،اس لیے شریعت کی طرف سے اس دن ایسے کام عبادت قرار دیے گئے ہیں جوان دونوں عناصر کو شامل ہوں؛ یعنی ان میں عبادت کا پہلو بھی ہو،اور خوشی ومسرت کا پہلو بھی ہو،چنانچہ علمائے کرام نے احادیث وروایات میں غور کرکے مندرجہ ذیل کاموں کو عید الفطر کے دن سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔

(۱)......صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔

(۲)......مرد حضرات کو فجر کی نماز محلّہ کی مسجد میں باجماعت پڑھنا۔

(۳)......شریعت کے موافق آرائش اور زیب وزینت کرنا۔

(۴)......فاضل (یعنی زیرِ ناف وبغلوں کے) بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کاٹنا۔

(۵)......خوب اہتمام کے ساتھ غسل کرنا۔

(۶)...... مسواک کرنا (مسواک خواتین کے لیے بھی سنت ہے)

(۷)...... پاک وصاف عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا (مگر تکبر اور فخر کی نیت نہ ہو اور حد سے نہ بڑھا جائے نہ ہی اس کے لئے قرض وغیرہ لیا جائے بلکہ میانہ روی ہو)

(۸)......خوشبو لگانا (مگر خواتین تیز خوشبو نہ لگائیں)

(۹)......اگر صدقۂ فطر ادا نہ کیا ہو تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کردینا۔

(۱۰)...... مرد حضرات کو عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا۔

(۱۱)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا۔

(۱۲)......کوئی عذر نہ ہو تو عیدگاہ میں نماز ادا کرنا (امام کا عقیدہ یا عمل صحیح نہ ہونا بھی بعض حالات میں عذر ہے)

Idara Ghufran

(۱۳)......عیدُ الفطر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں تکبیرِ تشریق آہستہ آواز سے کہنا (ہندیہ ،بحر، امداد الاحکام جلدا صفحہ ۷۴۶) تکبیرِ تشریق یہ ہے:

" اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ "

(۱۴)......عیدُ الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھالینا (کذا فی الترمذی ج ا ص ۷۱)

(بعض حضرات کے نزدیک میٹھی چیز کھجور وغیرہ کھانا مستحب ہے، لیکن بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ عید کی رات میں روزہ ہوتا ہے اور وہ عید کے دن صبح کو میٹھی چیز سے افطار کیا جاتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں)

(۱۵)......جس راستہ سے عید کی نماز کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا (کذا فی البخاری ج ا ص ۱۳۴)

(۱۶)......اپنے گھر والوں اور عزیزوں اور دوستوں کے سامنے خوش اخلاقی سے پیش آنا اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور منکرات سے بچتے ہوئے بشاشت کا اظہار کرنا اور غیض وغضب سے پرہیز کرنا۔

(۱۷)......اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق صحیح مستحقین ومساکین کی (نہ کہ پیشہ ور بھکاریوں کی) صدقہ سے کثرت کے ساتھ مدد کرنا۔

(۱۸)......اپنی حیثیت کے مطابق اہل وعیال کے لیے گھر میں عید کے دن کسی بھی قسم کے اچھے کھانے کا انتظام کرلینا بھی بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق کے مطابق سنت ومستحب ہے۔

(۱۹)......انگوٹھی پہننا (لیکن مَرد کے لئے زیادہ سے زیادہ ساڑھے چار ماشہ چاندی کے علاوہ کسی اور چیز کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں)

چند متعلقہ مسائل

(۱)......فجر کے بعد عید کی نماز سے پہلے گھر یا کسی بھی جگہ کوئی نفل نماز پڑھنا مرد وعورت دونوں کے لئے مکروہ ہے (کمافی روایۃ بخاری ج ا ص ۱۳۵ و مسلم ج ا ص ۲۹۱)

اور عید کی نماز کے بعد جہاں عید کی نماز ادا کی ہے وہاں نفل پڑھنا مکروہ ہے کسی دوسری جگہ یا گھر میں مرد وعورت دونوں کے لئے مکروہ نہیں (کمافی روایۃ ابن ماجہ ص ۹۲)

البتہ قضاء نماز عید سے پہلے بھی گھر میں پڑھی جاسکتی ہے (ہندیہ، خانیہ)

(۲)......عید کے دن مبارک باد دینے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کو ضروری اور لازم نہ سمجھا جائے۔

(۳)......عید کے دن معانقہ ومصافحہ سنت ومستحب نہیں۔

(۴)......عید کے دن سنت کی نیت سے غسل اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینت کرنا مرد وعورت دونوں کے لیے سنت ومستحب ہے۔ مرد حضرات تو عید کی نماز سے پہلے غسل وآرائش وغیرہ کرکے فارغ ہوجاتے ہیں، مگر خواتین اس میں کوتاہی کرتی ہیں، اور اگر کہیں آنا جانا ہوتا ہے، تو اس غرض سے غسل وآرائش کرلیتی ہیں، ورنہ نہیں کرتیں؛ حالانکہ یہ اُمور عید کے دن کی وجہ سے عبادت ہیں، کسی کو دکھانے کی غرض سے نہیں اور اگر نامحرموں کو دکھانا مقصود ہو تو یہ مستقل گناہ ہے۔

(۵)......عید کے دن قبرستان جانا سنت یا مستحب نہیں، اور آج کل اس کو عید کا بہت ضروری عمل شمار کیا جاتا ہے، جو کہ غلط ہے۔

(۶)......بعض لوگ عید کے دن غیر شرعی زیب وزینت کرتے ہیں، جو کہ گناہ ہے، عید کے دن شریعت کے موافق زیب وزینت کرنا ثواب ہے، نہ کہ شریعت کے خلاف۔

(۷)......عید کی نماز خواتین پر واجب نہیں ہے، اُن کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے ہی دوسرے مسنون کام انجام دینا چاہئے۔

(۸)......بعض لوگ عید کے دن بھیک مانگنے کے پیشہ میں مبتلا ہوتے ہیں، جبکہ یہ دن تو اللہ سے مانگنے کا دن ہے اور بلاضرورت مانگنا یا اس کو پیشہ بنانا تو ویسے ہی گناہ ہے، اس کی عید کے مبارک دن میں کیسے اجازت ہوسکتی ہے؟

(۹)......عید کے دن اگر کوئی عذر نہ ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کے لیے جانا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس کو ضروری سمجھنا جائز نہیں۔

(۱۰)......بعض عوام عید کی رات کو اور عید کے دن نماز سے پہلے تک بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ کا نام دیتے ہیں، یہ جہالت کی بات ہے، روزہ تو پورے دن کا ہوتا ہے اور عید کے دن تو ویسے ہی روزہ رکھنا حرام ہے البتہ عید کی نماز سے پہلے کچھ کھالینا مستحب ہے، مگر وہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے، نہ روزہ کی نیت ہے اور نہ ہی یہ حکم فرض، واجب ہے، صرف مستحب ہے (ہندیہ)

عید کی نماز کے احکام وآداب

(۱)......عید کے دن دو رکعت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانہ کے طور پر ادا کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سورہ کوثر)

ترجمہ: اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور نحر کیجئے۔

مشہور تفسیر کے مطابق صَلِّ ’’نماز پڑھئے‘‘ سے مراد عید کی نماز ہے (روح المعانی، معارف السنن)

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے عید کی نماز کا حکم نازل ہونے کے بعد ہمیشہ عید کی نماز ادا فرمائی ہے اور کبھی اس کو ناغہ نہیں فرمایا۔

پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک امت کا اس پر برابر عمل رہا ہے (درسِ ترمذی) ۲؎

(۲)......عید کی نماز ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس پر جمعہ فرض ہے (یعنی ہر مسلمان عاقل، بالغ، آزاد، صحت مند، مرد، مقیم پر) (ردالمحتار و بحر)

اور جس میں یہ تمام یا ان میں سے کوئی ایک بھی بات نہ پائی جائے اس پر عید کی نماز واجب نہیں۔ لیکن اگر ایسا کوئی شخص عید کی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہوجائے گی۔

(۳)......عید کی نماز صحیح ہونے کی شرائط یہ ہیں:

(الف)......مصر یعنی شہر یا قصبہ ہونا (پس گاؤں یا جنگل میں عید کی نماز درست نہیں)

(ب)......عید کی نماز کا وقت ہونا (پس وقت گزرنے کے بعد عید کی نماز درست نہیں)

(ج)...... جماعت۔ یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا شروع سے موجود ہونا (پس تنہا یعنی بغیر جماعت کے عید کی نماز درست نہیں)

(د)......لوگوں کے داخلے کی عام اجازت کے ساتھ نماز ادا کرنا (لیکن اگر اس شہر یا قصبہ میں اس کے علاوہ دوسری جگہ عید کی نماز ہورہی ہو تو کسی حفاظتی تدبیر کے طور پر عام داخلے کی ممانعت میں کوئی حرج نہیں)

(۴)......جس آبادی میں شہر کی نشانیاں (مثلاً بازار، آبادی کی کثرت وغیرہ) موجود ہوں وہ شہر کا حکم رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کو قصبے کا نام دیا جاتا ہو۔

لہٰذا جنگل اور عام دیہات میں عید کی نماز جائز نہیں اور اس میں کئی گناہ اور خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ ۲؎

(۵)......سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد (اشراق کا وقت ہونے پر) عید کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے اس دوران کسی وقت بھی عید کی نماز ادا کی جاسکتی ہے (ردالمحتار)

(۶)......مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز کچھ تاخیر سے ادا کی جائے (ردالمحتار)

(۷)......عید کی نماز کے لئے اذان اور اقامت نہیں ہے۔

بلکہ عید کی نماز بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پڑھی جاتی ہے (مسلم،ترمذی،ابوداؤد،مسند احمد)

(۸)......عید کی نماز دو رکعت ہے،عید کی نماز کا طریقہ عام نماز کی طرح ہی ہے البتہ عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ تکبیریں زیادہ واجب ہیں۔

(تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں) اور عید کی نماز میں چھ زائد تکبیریں حضور علیہ السلام ﷺ، کئی صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اور کئی تابعینِ عظام سے ثابت ہیں (جامع ترمذی ج ا ص ۱۲۰،ابوداؤد ج ا ص ۱۶۳)

(۹)......عید کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں اس طرح نیت کرے ''دو رکعت عید کی واجب نماز چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں''۔

اس کے بعد نماز شروع کرنے کے لئے تکبیرِ تحریمہ یعنی ''اللہ اکبر'' کہے،اور ہاتھ باندھ لے پہلی رکعت میں ثناء (یعنی سُبحٰنَکَ اللّٰھُمَّ اِلخ) پڑھ کر تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے،پہلی اور دوسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ''اللہ اکبر'' کہتا ہوا لٹکا دے،البتہ تیسری مرتبہ نہ لٹکائے،بلکہ باندھ لے اور امام کو چاہئے کہ ہر دفعہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد کم از کم اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر تین مرتبہ سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنے میں لگتی ہے۔مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بھی وقفہ کیا جاسکتا ہے۔پہلی رکعت میں تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد امام ''اَعُوذُ بِاللہ'' ''بِسمِ اللہ'' پڑھ کر عام نمازوں کی طرح اونچی آواز سے قرأت کرے اور حسبِ قاعدہ پہلی رکعت مکمل کرے۔دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے جیسے پہلی رکعت میں کہا تھا اور تینوں مرتبہ ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے۔چوتھی مرتبہ ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور حسبِ قاعدہ نماز مکمل کرے (عامۃ الکتب)

(۱۰)......مستحب یہ ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورۂ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ الغاشیہ پڑھے (بحر)

(۱۱)......رسول اللہ ﷺ عیدین کی نماز ہمیشہ شہر سے باہر نکل کر ادا فرماتے تھے،صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے باہر تشریف نہیں لے جاسکے،اس لئے عیدگاہ کا شہر سے باہر ہونا سنت ہے،اس طرح بڑے اجتماع میں اسلام کی شوکت کا مظاہرہ بھی ہے مگر بڑے بڑے شہروں میں باہر نکل کر عید کی نماز پڑھنا مشکل

ہے، اس لئے شہر کے اندر بڑے میدان یا بوقتِ ضرورت مسجد میں نماز ادا کرنا بغیر کراہت کے جائز ہے (ردالمحتار)

(۱۲)......عید کی نماز ایک شہر یا قصبے میں کئی جگہ پڑھنا جائز ہے مگر حتی الامکان ہر محلّہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعوں کی بجائے ایک مقام پر بڑے اجتماع کی کوشش کی جائے (دُرِّمختار)

(۱۳)......عید اگر جمعہ کے دن واقع ہو تو عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے اور حضور ﷺ سے عید کے دن عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں پڑھنا ثابت ہے (مسلم ج ۱ ص ۲۸۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۰، نسائی ج ۱ ص ۱۷۸، ترمذی ج ۱ ص ۷۰، ابن ماجۃ، مؤطا مالک، دارمی ص ۱۹۴، مسند احمد، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۲۰۱)

لہٰذا جو لوگ سمجھتے ہیں کہ عید جمعہ کے دن ہو تو جمعہ کی نماز نہیں ہے یا وہ عید بھاری ہوتی ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

(۱۴)......اگر سخت بارش یا کسی اور عذر سے عید الفطر کی نماز پہلے دن ادا نہ کی جاسکی یا پڑھنے کے بعد (جبکہ وقت گذر گیا تھا) معلوم ہوا کہ عید الفطر کی نماز نہیں ہوئی تھی، مثلاً امام کا وضو نہ تھا تو دوسرے دن زوال سے پہلے ادا کی جائے اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکے تو اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی مگر بلا عذر دوسرے دن تک کی تاخیر کرنا مکروہ ہے (ہندیہ، جوھرہ)

(۱۵)......اگر امام عید کی زائد تکبیریں بھول کر رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر رکوع ہی میں یہ تکبیریں کہہ لے، رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف نہ لوٹے لیکن اگر امام رکوع چھوڑ کر لوٹ آیا اور تکبیریں کہہ کر پھر رکوع کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی (ردالمحتار)

(۱۶)......دوسری رکعت میں عید کی زائد تکبیروں کو قرأت کے بعد کہنا افضل ہے واجب نہیں لہٰذا اگر غلطی سے امام نے یہ تکبیریں پہلے کہہ دیں تب بھی نماز بلا کراہت ہوگئی (ردالمحتار، بحر)

(۱۷)......عام نمازوں کی طرح جمعہ و عیدین کی نماز میں بھی واجب عمل کی خلاف ورزی سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن اگر ان نمازوں میں بلکہ کسی بھی نماز میں مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدہ سہو کرنے سے لوگوں میں فساد و انتشار یا مقتدیوں کی نماز خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں سجدہ سہو معاف ہے (ہندیہ، ردالمحتار)

(۱۸)......بہتر یہ ہے کہ خطبہ کے بعد کے بجائے عید کی نماز کے بعد ہی خطبہ سے پہلے شرعی حدود و قیود کا

لحاظ وخیال رکھتے ہوئے مختصر دعا مانگی جائے کہ خطبہ میں بھی تاخیر نہ ہو (اس مسئلہ کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی جائے گی)

(۱۹)......عید کی نماز سے فارغ ہوکر گھر آنے کے بعد چار رکعت نفل نماز پڑھنا بہتر ہے، بعض روایات میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے، یہ بھی درست ہے، البتہ چار پڑھنا افضل ہے (عمدۃ الفقہ) [۱]

(۲۰)......اگر کوئی شخص ایسے وقت میں پہنچا، جبکہ عید کی نماز کا سلام پھیرا جاچکا تھا تو کسی اور جگہ عید کی نماز ملنے کی امید ہو تو دوسری جگہ جانا چاہئے، اگر کہیں بھی عید کی نماز ملنے کی امید نہ ہو اور جو نماز سے رہ گئے ہیں وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ کسی دوسری مسجد یا عیدگاہ میں جہاں پہلے عید کی نماز نہ ہوئی ہو اپنی الگ جماعت کر کے عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں ایسی مسجد یا عیدگاہ نہ ملے تو کسی دوسری جگہ بھی پڑھ سکتے ہیں (بحر)

(۲۱)......اگر ایک ہی آدمی عید کی نماز سے رہ گیا ہو تو وہ عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لئے کہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے، اکیلے نہیں پڑھی جاتی۔ البتہ اگر عید کی نماز کے بجائے گھر میں نفل کی نیت سے دو یا چار رکعت نفل پڑھ لے تو بہتر ہے۔ وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ

عید کے خطبہ کے احکام

(۱)......امام کے لیے عید کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھنا سنت ہے، اور دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا چاہیے جتنی دیر تین مرتبہ **سبحان اللہ** کہنے میں لگتی ہے۔ [۱]

اور ان خطبوں کا سننا واجب ہے (عامۃ الکتب)

(۲)......عید کے خطبہ کے احکام بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور عید کا خطبہ نماز کے بعد، اور عید کا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور جمعہ کا خطبہ واجب ہے

(ردالمحتار، وعمدۃ الفقہ)

(۳)......خطیب کے لئے سنت ہے کہ پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ **اعوذ باللہ** الخ پڑھے (ردالمحتار)

(۴)......مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے خطبہ کے بالکل شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ اور بالکل آخر میں چودہ مرتبہ مسلسل تکبیر یعنی ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہا جائے۔ عام طور پر خطیب حضرات خطبہ کے شروع اور آخیر میں یہ تکبیر نہیں کہتے یا تکبیر تشریق ایک مرتبہ کہہ دیتے ہیں، یہ طریقہ بہتر نہیں۔ اگرچہ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں (ردالمحتار واحسن الفتاویٰ ج۴ ص۳۷)

(۵)......عید کے خطبے کے دوران خاموش رہنا اور خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے خواہ خطبہ کی آواز بھی نہ آرہی ہو (ردالمحتار)

(۶)......بعض جگہ خطبے کے دوران چندہ جمع کیا جاتا ہے ایسا کرنا جائز نہیں اور خطبہ کے وقت چندہ دینا بھی گناہ ہے (خیر الفتاویٰ ج۳ص۱۳۶ بتغیر واضافہ)

(۷)......خطبہ کے دوران کوئی بات چیت ،سلام وکلام کرنا یہاں تک کہ نماز پڑھنا بھی جائز نہیں بعض لوگ خطبہ کے دوران نبی ﷺ کا نام آنے پر درود شریف پڑھتے ہیں یا دعائیہ کلمات پر آمین وغیرہ کہتے ہیں، یا دونوں خطبوں کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، یہ سب چیزیں غلط ہیں۔البتہ دل ہی دِل میں زبان کو حرکت دیئے بغیر دعا کرنے میں حرج نہیں (ردالمحتار و بحر)

(۸)......خطبہ کو نماز سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے (بحر و ہندیہ)

(۹)......خطبہ سننے والوں کو دونوں خطبوں کے دوران تشہد کی حالت میں یعنی دوزانوں بیٹھنا مستحب ہے ویسے جس طرح چاہیں بیٹھ سکتے ہیں (ہندیہ)

بعض لوگ جو پہلے خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ باندھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں چھوڑ دیتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کا اہتمام کرنا یا ثواب سمجھنا شریعت سے ثابت نہیں (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۴)

(۱۰)......جمعہ وعیدین کا خطبہ سنت سے عربی میں پڑھنا ثابت ہے ،اور غیر عربی زبان میں بدعت ہے، اکثر فقہاء کی تحقیق کے مطابق تو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا معتبر ہی نہیں ہوتا، اور بعض حضرات کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہوتا ہے، اوراس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ ،صحابہؓ کرام اور سلف سے غیر عربی میں جمعہ وعیدین کا خطبہ پڑھنا ثابت نہیں۔

البتہ عید کی نماز سے پہلے کسی اور زبان میں وعظ وتقریر کرنا جائز ہے، اور یہ شرعاً عید کا خطبہ نہیں ہے، اور عید کا خطبہ عید کی نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ ، جلد ۱ صفحہ ۳۴۷، صفحہ ۳۶۹)

عید سے متعلق چند اصلاحات وقابلِ توجہ پہلو

عید کارڈ: ہمارے معاشرے کی گندی اور گھناؤنی رسموں میں سے ایک رسم ''عید کارڈ'' کی بھی ہے، عیدین کے موقع پر اور خاص کر میٹھی عید پر ایک دوسرے کو عید کارڈ بھیجنے کی فکر ہے، اور ایک نہیں کئی کئی کارڈ بھیجنے کا بھوت سوار ہے اور اسی طرح دوسروں کی طرف سے عید کارڈ موصول ہونے کا بھی بڑی شدت سے انتظار

ہے اور اگر کسی دوست یا قریبی عزیز کا عید کارڈ موصول نہ ہو تو ناراضگی اور لڑائی جھگڑے تک کی نوبت سے گریز نہیں کیا جاتا اور اسی پر بس نہیں بلکہ آپس میں مقابلہ بازی اور ہار جیت تک کے فیصلے بھی ''عید کارڈوں'' کی بنیادوں پر کئے جانے لگے ہیں، عید کارڈ کی مروجہ رسم میں کئی بڑے بڑے گناہ اور حرام چیزیں جمع ہیں، مثلاً غیر مسلموں کی مشابہت، پیسے کا بے جا اسراف، عید کارڈوں کا جانداروں کی اور خاص کر عریاں عورتوں کی تصاویر پر مشتمل ہونا، قرآن مجید اور مبارک کلمات کی بے حرمتی، وغیرہ وغیرہ، اس لئے اس سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

عید کے دن مصافحہ ومعانقہ: اگر کوئی عید کے دن مصافحہ اور معانقہ خاص عید کی وجہ سے لازم، ضروری اور سنت نہ سمجھے اور عیدین کے علاوہ سال کے باقی دنوں میں بھی سنت سمجھ کر اس کا اپنے موقع پر پورا اہتمام کیا کرے اور اپنی مستقل عادت بنالے اور پھر عیدین کے دن اپنی گذشتہ عادت کے مطابق ملاقات کے وقت سنَّت کے مطابق سلام کر کے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کر لے تو کوئی حرج نہیں یا جو عزیز، رشتہ دار یا دوست عید کے دن سفر سے آئیں اور سفر سے آنے کی وجہ سے ان سے گلے ملے تو بھی نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے۔ لیکن موجودہ دور میں ہمارے یہاں خاص عید کے موقع پر صرف عید کی وجہ سے گلے ملنے کی رسم کو بہت سے لوگوں نے اس قدر اہم اور عید کا خاص عمل سمجھ لیا ہے کہ اس عمل کو چھوڑنا کسی حال میں گوارا نہیں، یہاں تک کہ عید کے دن خواہ تمام نمازوں اور مسنون اعمال کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نہ ہو مگر یہ رسم ادا کرنا انتہائی لازم سمجھا جاتا ہے، اور اگر کوئی اس کو ادا نہ کرے تو اسے بہت برا سمجھا جاتا ہے جیسا کہ عام طور پر مشاہدہ ہے، اور اس میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی شامل ہیں، جبکہ شرعاً خاص عید کی تخصیص کی وجہ سے مصافحہ اور معانقہ ثابت نہیں۔ لہٰذا اس طریقہ کو چھوڑنا اور حکمت کے ساتھ دوسروں کو سمجھانا چاہئے کیونکہ کسی شرعی دلیل سے اس کا ثبوت نہیں ہے اور فقہائے کرام واکابر عظام رحمہم اللہ نے اسی پہلو سے اس کو بدعت وناجائز قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

عید کی مبارک باد: اس سلسلہ میں راجح بات یہی ہے کہ فی نفسہٖ یہ جائز بلکہ مستحب عمل ہے، لہٰذا اگر عید کی مبارک باد خرابیوں سے خالی ہو، نہ اس کو فرض، واجب سمجھا جائے اور نہ اس کے ساتھ فرض، واجب والا معاملہ کیا جائے اور جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو برا بھلا اور معیوب نہ کہا وسمجھا جائے تو عید کی مبارک باد نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب اور ثواب ہے۔

مفتی محمد امجد حسین

دجالی دور اور امت مسلمہ

زیرِ نظر مضمون دراصل ایک غیر مطبوعہ کتاب پر تقریظ کے طور پر لکھا گیا تھا، عمومی افادیت کے پیش نظر کتاب پر تبصرہ والا حصہ حذف کر کے باقی قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔ امجد

اس دجالی دور میں جبکہ طاغوت مادیت ودھریت اور شر وشیطنت کے انواع واقسام کے اسلحوں سے مسلح ہوکر انسانیت پر ہر چہار جانب سے یلغار کئے ہوئے ہے اور امت مسلمہ خاص طور پر اس کے پنجۂ خونیں میں جکڑی سسک رہی ہے، سارا جہاں شر ور وفتن سے لبالب بھر چکا ہے، ایسے میں اس امر کی ہر دور سے زیادہ ضرورت ہے کہ امت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے اور اس میں اپنے کھوئے ہوئے مقام ومنصب کی بازیابی کا احساس پیدا کیا جائے تاکہ امت خود بھی اللہ تعالیٰ کی اس ناراضگی سے نجات پائے جس میں وہ مبتلا ہے اور ساری انسانیت کا بھی بھلا ہو۔ کیونکہ امت مسلمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیر الامم اور امت وسط کی خلعت عطا فرما کر رہتی دنیا تک کے لئے داعیانہ اور قائدانہ منصب ومقام پر فائز کیا ہے۔ امت نے جب اپنے اس مقام ومرتبے کو چھوڑا اور خداوند قدوس کی تشریعی نیابت سے رخ موڑا تو امت پستیوں میں گرتی چلی گئی اور کفریہ طاغوتی طاقتوں کو کھل کھیلنے کے لئے بھرپور موقعہ اور کھلا میدان ہاتھ لگ گیا، اس دن سے بنی نوع انسان کے دکھوں کا ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جو کسی حد پر رکنے میں ہی نہیں آ رہا۔ ؎

وہ کہنہ دماغ زمانہ کے ہیں پیرو   کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت

طاغوت نے انسانوں کو یہ سبق پڑھایا کہ آسمانی بادشاہت کچھ نہیں، مذہب کی باتیں دیوانے کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں، روحانی تصورات اور اخلاقیات کے ضابطے قرونِ مظلمہ کے خرافات ہیں اول و آخر جو کچھ ہے یہ جہانِ رنگ وبو اور یہی مادی کائنات ہے جس کا خدا و ناخدا اور کرتا دھرتا اگر کوئی ہے تو انسان ہے اور انسان کی رہنمائی کے لئے عقل کافی ہے۔ تب مادیت زدہ انسان برق وبخارات کے جلو میں تسخیر شمس وقمر کے سفر پر نکل کھڑا ہوا لیکن اپنی انسانی حقیقت اور فطری اصلیت اور اصلی جبلی ذمہ داریوں کو

فراموش کر بیٹھا، جس کے نتیجے میں پرندوں کی طرح ہواؤں میں اڑنا اور مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنا تو ابنِ آدم سیکھ گیا لیکن انسانوں کی طرح زمین پر رہنا اور انسانیت کے اصل مقتضیات پر عمل پیرا ہونا بھول گیا۔ روشن ضمیر سعدی صدیوں پہلے حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے آج کے انسان کو ہی شائد یہ سبق دے کر گئے تھے۔ ؎

تو کارِ زمین رانکو ساختی　　　که بأسمان نیز پرداختی

ترجمہ: تونے زمین کے سارے مسائل سلجھا دیئے کہ اب آسمانوں کو اپنی ترک تازیوں کی بازیگاہ بنانا چاہتا ہے۔ مزید

جس قدر تسخیر شمس و قمر ہوتی گئی　　　زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

تہذیبِ نو نے دن یہ دکھلائے　　　گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے۔

لیکن یہ دین آخری برحق دین ہے اور یہ امت آخری امت ہے، قیامت تک ہدایت کا سارا نظام اسی دین اور اسی امت سے خداوند قدوس نے وابستہ اور منسلک فرمایا ہے اس لئے امت کا بگاڑ کسی بھی دور میں کسی بھی حد تک پہنچ جائے تب بھی اس امت میں ایسے طبقے اور ایسی ہستیاں موجود رہتی ہیں جو صحیح دین کی حامل ووارث ہوتی ہیں اور دین کے مختلف شعبوں اور گوشوں میں بھر پور عزیمت و استقامت کے ساتھ خدمات سرانجام دیتی ہیں اس طرح ان کی انفرادی واجتماعی کوششوں وکاوشوں سے بحیثیت مجموعی پورے دین کی حفاظت، اشاعت، بقا اور اصلاح کا نظام جاری وساری رہتا ہے اور دین پورا پورا ہر آئندہ نسل کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ قیامت تک اس طریقے سے دین کی حفاظت و بقا کا نظام جاری رہنے کی پیشینگوئی اور وعدہ ہے۔ ایک حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بارش کے ساتھ تشبیہہ دی ہے کہ جس طرح بارش میں زمین اور زمین والوں کے لئے خیر اور منفعت کی جو جو شکلیں ہوتی ہیں وہ بارش کے پورے دورانئے میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں کبھی یہ خیر اور پوری منفعت بارش کے ابتدائی حصے میں، کبھی درمیانے حصے میں اور کبھی آخری حصے میں ہوتی ہے۔ تو اسی طرح امت میں بھی ہر زمانے میں خیر کی نئی نئی شکلیں متوقع ہونگی جو مختلف زمانوں میں حاصل ہوتی رہیں گی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ ارشاد ہے جو ان گذشتہ حدیثوں کی (جن کا پیچھے مفہوم بیان ہوا) عملی شکل کو واضح کرتی ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے شروع میں میں خود ہوں، اور وسط میں مہدی

ہیں اور آخر میں حضرت مسیح ہیں، البتہ ان مرحلوں کے درمیان میں بڑے غلط قسم کے لوگ بھی اس امت میں پیدا ہوتے رہیں گے جن کو مجھ سے اور مجھے ان سے کوئی تعلق ونسبت نہ ہوگی۔ [1]

امت میں گو بہت زیادہ بگاڑ در آیا ہے لیکن بحیثیت مجموعی دین حق اور امانت خداوندی کی حامل آج بھی یہی امت ہے اور اسی سے ہر مرحلے ہر زمانے میں اور زمین کے مختلف حصوں میں فرداً فرداً اور گروہ در گروہ حاملین ہدایت اٹھتے رہیں گے اور یہی گمراہی اور ہلاکت کی گھاٹیوں میں گھری ہوئی انسانیت کے نجات دھندہ بنتے رہیں گے باذن اللہ۔ ؎

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی　　نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

نہیں اقبال ناامید اپنی کشتِ ویراں سے　　ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

دانائے راز ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنی مشہور نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں ابلیس اور اس کے ایک چیلے کے مکالمہ میں جس میں چیلا کمیونسٹوں اور اشتراکیوں کے انقلاب سے سرمایہ دارانہ ابلیسی نظام کو خطرہ لاحق ہونے کا خدشہ ظاہر کرتا ہے تو ابلیس اس کے خدشہ کی نفی کر کے اشتراکیوں کے بجائے امت مسلمہ کو مستقبل میں ابلیسی طاغوتی نظام کے لئے خطرہ قرار دیتا ہے۔اس موقعہ کے یہ اشعار ہیں۔ بزبان ابلیس۔ ؎

مجھ کو کب ڈرا سکتے ہیں اشتراکی کوچہ گرد　　یہ پریشاں روزگار آشفتہ مغز آشفتہ خو

مگر خطرہ مجھے اس امت کی بیداری سے ہے　　ہے حقیقت جس کے دین کی احتساب کائنات

اقبال کی یہ نظم اس دور کی ہے جب دنیا کو روس کے اشتراکی انقلاب کا سامنا تھا۔

اسلام چونکہ آفاقی دین ہے اس کی بقا،حفاظت اور اشاعت کسی خاص قوم کے ساتھ وابستہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کو اس بار امانت کا حامل بناتے رہے وہ قوم جب تک اس کی

---

[1] احادیث کا متن درج ذیل ہے:

لَایَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّ ھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ (اخرجه البخاری عن معاویه فی کتاب المناقب)

یَرِثُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِّیْنَ وَاِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ (البیهقی فی دلائل النبوة ۴۴۱)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُہٗ (رواه الترمذی ۵۸۳)

کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَالْمَھْدِیُ وَسْطُھَا وَالْمَسِیْحُ آخِرُھَا وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ فَیْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَا اَنَا مِنْھُمْ (رزین مشکوة ص ۵۸۳)

Idara Ghufran

پاسداری کرتی خود بھی سرخرو ہوتی اور باقی انسانیت کو بھی اس کے فیض عام سے فیضیاب کرتی جب وہ اس نعمت کی عمومی ناقدری کرتی تو اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو اس نعمت سے سرفراز فرما دیتے۔عرب، خراسان، ماوراء النہر، ترک وتاتار اور ھند تاریخ کے مختلف ادوار میں یکے بعد دیگرے اس نعمت کے حامل وعلمبردار بنتے رہے۔آج بھی یہی ہوگا امت کے غفلت شعار لوگ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں اس بے نیاز رب کے اس خطاب کو پیش نظر رکھیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ. اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ الخ (المائدہ ۵۰) [۱]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ. وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ (سورہ فاطر آیت ۱۵ تا ۱۷) [۲]

آج آسمانی ہدایت سے محروم انسانیت سود وزیاں کے بہت سے مرحلے طے کر کے بزعم خود مادیت کے تکمیلی مدارج طے کر رہی ہے اور مادی ترقیوں کی انتہائی بلندیوں کو چھو رہی ہے لیکن مادیت کے اس سفر پر نکلتے وقت جو سنہرے سپنے دیکھے گئے تھے اور ان سنہرے سپنوں کے حصول میں مذہب کو رکاوٹ سمجھ کر مذہب کا جوا گلے سے اتار پھینکا تھا آج مادیت کے معراج پر فائز ہو کر خدا فراموش انسان کو ان خوابوں کی تعبیر دور دور تک نظر نہیں آرہی، خواب یہ دیکھے تھے کہ دنیا نمونہ جنت بن جائے انسان کامیابی اور فلاح کی آخری منزل کو پالے، لیکن ان مادی ترقیوں نے حیات انسانی اور نظام زندگی کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیا اور بہت سے گھمبیر مسائل کھڑے کر دیئے۔آج دنیا تباہی کے دہانے کھڑی ہے، انسان نے اپنے ہاتھ سے اپنی تباہی کے ایسے ایسے سامان تخلیق اور ڈیزائن کئے ہیں جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ایٹمی، جراثیمی اور کیمیاوی ہتھیاروں کے حصول اور بڑھوتری کی جو دوڑ آج اقوام عالم میں لگی ہوئی ہے اور عالم کفر کی سرغنہ طاقتیں بدمست ہاتھی کی طرح طاقت کے نشے میں چور ہو کر اپنے ہتھیاروں کی کارکردگی اور اسلحہ خانوں کی بڑھوتری کے جوراگ الاپتے ہیں اور آئے دن تیسری دنیا کے کسی کمزور ملک

---

[۱] اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دیں گے جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہوگی، نرم و مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز و سخت ہوں گے کافروں کے مقابلے میں۔

[۲] اے لوگو تم سبھی خدا کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز اور خود تمام خوبیوں والا ہے اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔

خصوصاً اسلامی دنیا کے کسی خطہ پر ہلہ بول کر اپنی فرعونیت کا مظاہرہ کرتی ہیں، ایسی درندہ صفت وننگ انسانیت قوموں اور طاغوتی طاقتوں کی موجودگی میں اور پھر ان کے پاس ایسے مہلک ہتھیاروں کے نوع درنوع ذخیرے ہوتے ہوئے دنیا میں امن وسلامتی قائم ہونے اور اولادِ آدم کو سکھ چین اور تحفظ حاصل ہونے کی کیا ضمانت ہو سکتی ہے؟ اسلحوں اور ہتھیاروں کی ٹیکنالوجی جس حد تک پہنچ چکی ہے اس نے دنیا کی تباہی کو آج جتنا آسان بنا دیا اتنا شاید کبھی نہ تھا۔ لمحوں میں یہ ایٹمی اور کیمیاوی ہتھیار پورے پورے ملکوں کو بارود کا ڈھیر بنانے کے لئے کافی ہیں۔ اور پھر آج کی مصنوعی مادی زندگی اور نظام حیات کی ساری رنگینیاں اور سارا کروفر چند مصنوعات بجلی، پٹرول، گیس وغیرہ کے گرد گھومتی ہے، برقی توانائی اور سیال سونا (پٹرولیم مصنوعات) تہذیب جدید کی رگوں میں دوڑ رہا ہے جس سے اس کی نبض چل رہی ہے اور دل کی دھڑکنیں بحال ہیں اور ہر قسم کی موٹریں اور مشینریاں فعال ہیں اور انہی چند چیزوں کے بل بوتے پر دنیا اتنی سکڑ اور سمٹ گئی کہ ''گلوبل ویلیج (Global Village)'' دنیا کا نیا تعارفی ماٹو بنا اور اس چھوٹے سے گاؤں میں بڑا چودھری، فرعونِ وقت ورلڈ آرڈر کے شکنجے میں اولادِ ابراہیم کو بلکہ ساری اولادِ آدم کو جکڑنا اور رگیدنا چاہتا ہے۔

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ''گلوبل ویلیج'' کی ساری مصنوعی ومشینی زندگی جن چند مصنوعات کے گرد گھوم رہی ہے جو اس کی شریانوں میں گردش جاری رکھ کر اس کی نبضوں کو بحال رکھے ہوئے ہیں، ان مصنوعات کے پاور ہاؤس اور ذخیرے ہر خطے میں متعین مقامات پر ہی ہوتے ہیں اگر کل کلاں کو گذشتہ صدی کی دو عظیم جنگوں کی طرح قوموں اور تہذیبوں کے تصادم اور سر پھٹول کے نتیجے میں کسی اور ملحمہ کبریٰ کی آگ اس چھوٹے سے گاؤں میں اس گلوبل ویلیج میں بھڑک اٹھتی ہے اور پھر ماڈرن زندگی کی ضامن ان مصنوعات کے ذخیرے اور پاور ہاؤس وحشت اور درندگی کی نذر ہو جاتے ہیں اور انسانی دستبرد کا شکار ہو جاتے ہیں تو دنیا کو ایٹم کے دور سے پتھر کے دور کی طرف رجعتِ قہقری میں دیر ہی کتنی لگے گی؟ بجلی کے خزانوں، برق و بخارات کے ذخیروں اور سیال سونے کی دھار کے بغیر ذرائع آمدورفت، مواصلات، صنعتی یونٹس، کارخانے، فیکٹریاں اور سارا کمپیوٹرائزڈ نظام آثار قدیمہ میں تبدیل ہو جائیں تو گلوبل ویلیج کے اس پورے ماڈرن سسٹم کو قصہ پارینہ بننے میں کے وقت درکار ہوگا؟ اس موقعہ پر ایک نکتہ قابل غور ہے کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کو اپنی تلوار، حربے سے قتل کرنے اور اس پر لگا ہوا خون بھی

مسلمانوں کو دکھانے کا ذکر ملتا ہے، ان احادیث کو اگر اپنے حقیقی معنی پر محمول کریں (اور حقیقی معنیٰ پر لفظ کو محمول کرنا ہی اصل ہے الّا یہ کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف پایا جائے، تو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جدید ہتھیاروں کے دور سے گزر کر دنیا شائد پھر تیر وتفنگ اور نیزہ وتلوار کے دور کی طرف پوری اور ماڈرن دنیا پتھر کے دور کی طرف عود کرے گی۔ واللہ اعلم) تو پھر گلوبل ویلج کی ماڈرن زندگی کی رجعت قہقری کا امکان مذکورہ معروضی پس منظر کے علاوہ خود نص بلکہ نصوص سے بھی اقرب الی الفہم ہو جاتا ہے، یعنی بات صرف دیوانے کی بڑ تک نہیں رہتی بلکہ کہیں آگے بڑھ جاتی ہے۔ پچھلی صدی میں جنگِ عظیم (اول) کے اختتام پر معروف سائنسدان ڈاکٹر الفریڈ آیون نے جنگ کی حشر سامانیوں اور ہلاکت خیزیوں پر ان دکھ بھرے الفاظ میں تبصرہ کیا تھا:

''قوائے فطرت سے کام لے کر ہم نے انسان کے لئے نئی سہولتیں بہم پہنچائی ہیں، لیکن خود انسان اب بھی وہی ہے جو پہلے تھا میں اپنی جوانی کے زمانے میں خیال کرتا تھا کہ ایجادات اور سائنسی انکشافات کی یہ ترقیات، قوائے فطرت کی روز افزوں طلسم کشائیاں، علم وعمل کی کارفرمائیاں انسان کی سرشت کو تبدیل کر کے رہیں گے اور میرا خیال تھا کہ انجنیئر ی کی تعلیم و اشاعت سے سخت دلوں میں نرمی آجائے گی، جذبات کی بہیمیت مدھم پڑ جائے گی لیکن جنگ نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں نے دیکھا کہ وہی علوم وفنون اور انجنیئر ی کی ساری حکمتیں اور صناعیاں جن سے انسان کی خدمت کی جا سکتی تھی الٹی اس کے حق میں دشمن بن گئیں اور اس کی وحشت وسنگدلی، شقاوت وبہیمیت اور درندگی میں ان آلات سے بدرجہا اضافہ ہو گیا اور تخریب و بربادی، قتل وضلالت کی قوتوں کے عظیم الشان انجن ہم جانوروں کے ہاتھ آ گئے'' (الدین القیم ۱۷۱/۳) [۱]

---

[۱] پہلی جنگ عظیم (1914ء تا 1918ء) کے متاثرین کی کل تعداد تجزیہ نگاروں نے اعداد وشمار کی روشنی میں 3 کروڑ 75 لاکھ تیرہ ہزار آٹھ سو چھیاسی قرار دی ہے جن میں سے مقتولین 85 لاکھ 43 ہزار پانچ سو پندرہ ہیں جبکہ دوسری عالمگیر جنگ (1939ء تا 1945ء) کے متاثرین کی کل تعداد برطانوی نائب الامور مسٹر میکسٹن کے مطابق پانچ کروڑ تک ہے یعنی 50 ملین (بحوالہ قصص النبیین لعلی میاں ندوی رحمہ اللہ جز ۳ ص ۱۲۷) اب تصویر کا دوسرا رخ بھی ذرا دیکھ لیں۔ تاریخ انسانی کا سب سے بڑا انقلاب جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں برپا ہوا جس کے نتیجہ میں تباہی کے دہانے پر پہنچی ہوئی دنیا (قرآنی الفاظ کنتم علیٰ شفا جرف ھار کی طرف اشارہ ہے) کوئی زندگی ملی اور انسانوں کو جینے کا قرینہ آ گیا اس انقلاب میں جنگ بدر سے لیکن جنگ تبوک اور فتح مکہ تک ایک ہزار سے کچھ اوپر انسانی جانیں (بشمول مسلمین وکفار) کام آئیں۔ ؎ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے، جسم عنصری اور مادی وجود ہے جبکہ روح لطیف اور غیر مادی چیز ہے اور عالمِ بالا سے آئی ہے اس کی غذا اور ضروریات بھی اوپر سے وحی کی صورت میں آتی ہیں۔ وحی الٰہی اور آسمانی شریعت پر عمل پیرا ہوکر روح اپنی غذا پالیتی ہے اور اسے اطمینان اور سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جسم چونکہ عنصری اور مادی چیز ہے اور اسی دنیا کے عناصر سے تشکیل پذیر ہوا ہے اس لئے اس کی غذا اور ضروریات اس خاک دان ارضی اور جہانِ رنگ و بو سے وابستہ ہیں جو انسان اپنی عقل اور سمجھ سے اور اس زمین اور زمین کی اشیاء پر محنت کرنے سے حاصل کر لیتا ہے۔

مشینی دور کا سب سے بڑا المیہ ہی یہ ہے کہ اس دور کے خدا فراموش انسان نے روحانی حقائق کا انکار کر کے روح کی غذا اور ضروریات سے ہاتھ کھینچ لیا اور ساری توجہ جسم اور جسمانی تقاضوں پر مرکوز کر دی اور مادہ کو خدا اور مادی ضروریات کو ہی اپنا قبلہ و کعبہ بنا لیا ہے اور سفلی خواہشات کی تکمیل اور زیادہ سے زیادہ جسمانی اور حسی آسائشوں کے حصول کو منتہاء مقصود قرار دیکر اپنی زندگی کے پورے دورانئے کو اور انفرادی و اجتماعی صلاحیتوں کو اسی سرکل میں گھما رہا ہے اور روحانی ضروریات اور غیبی حقائق کو یکسر فراموش کر بیٹھا ہے۔ یہ عمل بذات خود فطرت سے بغاوت ہے اور اس کے نتیجے میں انسانی زندگی میں ایسا مہیب خلا پیدا ہو گیا ہے اور انسانی شخصیت ایسے ادھورے پن کا شکار ہوگئی کہ اس خلا کو پاٹنے اور اس نقص کو نکالنے سے سارے کائناتی مادی وسائل اور ساری عقلی قوتیں عاجز و درماندہ ہو چکی ہیں کیونکہ اس درد کا درماں سوائے اس کے اور کوئی ہے ہی نہیں کہ انسان اپنی اصلیت کی طرف پلٹے اپنی پیاسی اور اداس روح کی بے چینی اور اضطراب پر کان دھرے اور اس کی غذا اور ضروریات اسے فراہم کرے۔ اور اپنی بنیادوں کی طرف الٹے پاؤں لوٹ آئے جس سے مادیت زدگی کی وجہ سے وہ بہت دور نکل چکا ہے اتنا دور کہ روحانی حقائق کو ماننے اور روح کی ضروریات کو تسلیم کرنے کو بطور استہزاء بنیاد پرستی کہتا ہے۔ یہ صورتحال جب تک قائم رہے گی انسانیت کی تیرہ بختیوں میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا، انسان اپنی نفسانی اور سفلی قوتوں کے ہاتھوں درندہ بن کر اپنے ہی بھائی بندوں کی عزت و ناموس اور جان مال پر ہاتھ صاف کر کے لذت درندگی کو تسکین پہنچاتا رہے گا

امت مسلمہ کے پاس دین اسلام کی شکل میں وہ دارو موجود ہے جو دکھی انسانیت کو ہلاکت کی اس گھاٹی سے نکال سکے اور قابل اطمینان امر یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت آج ایسے دارو کی تلاش میں ہے وہ تین سو

سالوں کے مادی و سفلی تجربات اور طاغوتی والحادی نظاموں، ازموں، تہذیبوں اور نظریوں کی بھٹی سے گزر کر تھک ہار چکے ہیں یہ سفلی تجربات اور مختلف مادی نظامہائے زندگانی ان سے بیش از بیش قربانیاں لے کر جو کچھ ان کو دے سکے ہیں وہ نہ ختم ہونے والی خواہشات کی دلدل اور مادی عیش و آسائش پر مبنی ایک بے روح زندگی ہے جو اضطرابات اور بے چینیوں سے پُر ہے، یہ پیاسی روحیں کسی مسیحا کی راہیں تک رہی ہیں، اسلام آج دنیا میں جس سرعت اور تیزی سے پھیل اور پھل پھول رہا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دکھی انسانیت روحانی اضطراب سے نکلنے کے لئے کتنی بے قرار ہے اور اسلام کے دامن میں آ کر ان کو اطمینان وسکون کی کیسی انمول دولت ہاتھ آ جاتی ہے۔

یاد پڑتا ہے کہ چند سال پہلے اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم ''ٹونی بلیئر'' کے کسی خطاب کا ایک جملہ میڈیا کے حوالے سے بعض اہلِ علم نے نقل کیا تھا، جس میں اس نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا تھا:

''اپنی بنیادوں کی طرف واپس لوٹو''

اسے کہتے ہیں ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے''

دیکھا آپ نے فطرت اپنے آپ کو کیسے منواتی ہے؟ یہ وہی برطانیہ ہے جو ماڈرن ورلڈ کا امام اور ایمپائر رہا ہے، اور انسانیت کی بنیادیں ڈھانے میں جو صدیوں تک سب سے بڑے طاغوت کا کردار ادا کرتا رہا ہے۔ انسانوں کو بے ننگ و نام کرنے، معاشروں کو ننگِ وجود اور انسانی تہذیبوں کو خدا بیزار بنانے والے آج اپنی بے بنیاد تہذیب کے حاملین کو رجعتِ قہقری کی صدائے بازگشت بہانگ دہل سنا کر اپنی پوری مبنی بر دہریت تاریخ کے بودے پن اور بے اعتباری کا کیسے اعتراف کر رہے ہیں؟

مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دوکان نہیں ہے   کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی   شاخِ نازک پہ جو آشیاں بنے گا ناپائیدار ہوگا

اور تصویر کا دوسرا رُخ بھی ان اشعار میں ملاحظہ ہو:

سنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر   جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا استوار ہوگا
نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو رونڈ ڈالا تھا   سنا ہے میں نے قدسیوں سے وہ شیر پھر بیدار ہوگا

پس امت مسلمہ کے خاص و عام اپنے منصب پر واپس آ جائیں۔ ہدایت کا مجسم نمونہ بن جائیں تا کہ ان کا بھی بھلا ہو اور ساری انسانیت کا بھلا ہو اور دنیا اپنی موجودہ کشمکش اور تناؤ سے خلاصی پائے۔

مفتی محمد امجد حسین

اسلام کے فوجداری قانون کی آفاقیت (قسط۱)

زیرِ نظر مضمون چند سال پہلے اسلام کے عدالتی نظام کے متعلق ایک معروف علمی ادارے کے فقہی سیمینار میں پیش کرنے کے لئے بطورِ مقالہ لکھا گیا تھا، افادیت عامہ کی غرض سے ان صفحات میں بھی پیشِ خدمت ہے۔ امجد

اسلام کے نظامِ فوجداری (یعنی ضابطہ ہائے جرائم وسزا) کی آفاقیت کا جائزہ لینے اور کسی بھی معاصر ریاستی نظامِ فوجداری یا مذہبی قوانین جرم وسزا سے اس کا موازنہ کرنے سے پہلے خود دینِ اسلام کی آفاقی حیثیت اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے اعتبار سے اس کے امتیازات اور خصائص کو مدِ نظر رکھنا ہوگا، اور اسلام کی نظر میں خود انسان کا کیا مقام ہے؟ اس کو ملحوظ رکھنا ہوگا، ان امور کا مختصر نکات وار جائزہ ملاحظہ ہو۔

(۱)......اسلام دینِ فطرت ہے جس کے مطالبات اور تعلیمات سے مناسبت انسان کے تحت الشعور میں رکھی ہوئی ہے اور انسانی جبلت کو انہی امورِ فطرت پر ڈھالا گیا ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا. لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ. ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورة الروم آیت ۳۰) [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قابلیت (فطری استعداد) کا اتباع کرو، جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہیں چاہئے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (ترجمہ ختم)

اور اس حدیث میں بیان ہوا ہے:

مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ کَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ یَقُوْلُ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا. لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ. ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (متفق علیه، مشکوة، باب الایمان بالقدر ص ۱۹)

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطری استعداد لے کر آتا ہے، پھر اس کے والدین (اگر یہودی ہیں) تو اس کو یہودی بنالیتے ہیں (عیسائی ہیں تو) اس کو عیسائی بنالیتے ہیں (مجوسی ہیں تو) اس کو مجوسی بنالیتے ہیں، جیسا کہ جانور صحیح سالم بچے کو جنم دیتا ہے، تم کسی بچے کو کن کٹا نہیں

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معارف القرآن ج ۶ ص ۷۴۵ تا ۷۴۸، بیان القرآن ج ۹ ص ۸، تفسیرِ عثمانی ج ۲ ص ۳۱۳

پاؤ گے (جانور کے کان کا کچھ حصہ بعد میں لوگ خود کاٹ لیتے ہیں، اسی طرح بچہ صحیح فطرت لے کر آتا ہے، والدین وغیرہ پھر اسے اپنے طرز اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں) پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت (استدلال میں) پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے)

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قابلیت (فطری استعداد) کا اتباع کرو، جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہیں چاہئے (ترجمہ ختم)

(۲)......اسلام کا پیغامِ ہدایت بعثتِ محمدی کے وقت سے لے کر تا قیامت تمام انسانوں اور سارے جہانوں کے لئے عام ہے، پوری انسانیت بلکہ قرآن کی زبان میں ثقلین یعنی جن وانس ہر دو مخلوق زمان ومکان کی حد بندیوں سے ماوراء ہو کر اس کے مخاطب ہیں، جیسا کہ درج ذیل آیاتِ بینات سے مستفاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (سورة الانبیاء آیت ۱۰۷) [۱]

ترجمہ: ہم نے آپ کو اے نبی دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (ترجمہ ختم)

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (سورة السبا آیت ۲۸) [۲]

ترجمہ: اور ہم نے تو آپ کو (اے نبی) تمام لوگوں کے واسطے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (رسول) بنا کر ہی بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (ترجمہ ختم)

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (سورة الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (ترجمہ ختم)

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا (الفرقان آیت ۱) [۳]

ترجمہ: بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر حق وباطل کا فیصلہ کرنے والی کتاب اتاری، تا کہ وہ سارے جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو (ترجمہ ختم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی ......وکان النبی یبعث الیٰ قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة (مشکوٰة ج۲ ص ۵۱۲، باب فضائل سید المرسلین)

---

[۱] بیان القرآن ج ۷، ص ۶۰ تفسیرِ عثمانی ج ۲ ص ۱۲۶، معارف القرآن ج ۶ ص ۲۳۳، ۲۳۴

[۲] بیان القرآن ۹/ ۸۱، تفسیرِ عثمانی ۲/ ۳۸۰

[۳] معارف القرآن ج ۶ ص ۴۵۷، تفسیرِ عثمانی ج ۱ ص ۴۹۴، بیان القرآن ج ۴ ص ۴۶

ترجمہ: مجھے پانچ ایسی خصوصیات عطا ہوئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں (ان میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوا کرتا تھا، جبکہ مجھے تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے (ترجمہ ختم)

(۳)......اسلام کامل اور مکمل دین ہے اور زندگی کے سب شعبوں کو جامع ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے انسانوں کے لئے بحیثیت دین وشریعت یا بالفاظِ دیگر پورا نظام زندگی اور ضابطۂ حیات ہونے کے اس کو چھانٹ لیا ہے اور پسند فرمالیا ہے اور انسانوں سے اس پورے دین کو اختیار کرنے اور اس کے احکامات کے آگے خود کو پوری طرح سپرد کرنے کا مطالبہ فرمایا ہے یا بالفاظِ دیگر زندگی کے سب مرحلوں اور سب شعبوں میں اس جامع وکامل دین سے رہنمائی لینے کا حکم فرمایا ہے، درج ذیل نصوص ان امور پر بصراحت دلالت کرتی ہیں:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا الخ (المائدہ آیت ۳) [۱]

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا، اور اپنی نعمت تم پر تام کردی، اور اسلام کو تمہارے لئے بحیثیتِ دین کے پسند کرلیا (ترجمہ ختم)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ. اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرة آیت ۲۰۸) [۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! دینِ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (ترجمہ ختم)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام ۱۶۲ تا ۱۶۴) [۳]

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہیں جو رب ہے سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے، اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں (ترجمہ ختم)

(۴)......اللہ تبارک وتعالیٰ کی سرکار میں مقبول ومعتبر دین یہی دینِ اسلام ہے اس کے علاوہ کسی اور

---

[۱] تفسیرِ عثمانی ج۱ ص۳۲۷، بیان القرآن ج۳ ص۴

[۲] البقرۃ آیت ۲۰۸، بیان القرآن ج۱ ص۱۸، تفسیر عثمانی ج۱ ص۱۳۷

[۳] بیان القرآن ج۳ ص۱۴۱، تفسیرِ عثمانی ج۱ ص۴۴۴

سماوی یا غیر سماوی دین، کسی فلسفۂ زندگی یا نظامِ اجتماعی، کسی ازم اور نظریہ کو جو کوئی فرد یا قوم دستورِ حیات یا نظامِ زندگی کے طور پر اختیار کرے گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس راستے سے اس کی سعی ومحنت کو مقبول وماجور نہیں فرمائیں گے اور نہ یہ اس کے لئے سببِ نجات بنے گا، درج ذیل نصوص اس حقیقت پر گواہ ہیں۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آلِ عمران آیت ۱۹)[۱]

ترجمہ: بلاشبہ (حق اور قابلِ قبول) دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے (ترجمہ ختم)

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ. وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آلِ عمران آیت ۸۵) [۲]

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا، تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا، اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا (ترجمہ ختم)

(۵)......اسلام کی بنیاد جن آفاقی اور سرمدی حقائق اور مجموعۂ عقائد پر ہے ہر ہر فرد بذاتِ خود ان کو قبول کرنے کا مخاطب ومکلّف ہے، محض موروثی اور نسلی اعتبار سے اُس کا اس مذہب والوں سے تعلق کافی نہیں ہوگا جبکہ وہ خود ان حقائقِ دینیہ اور عقائدِ شرعیہ میں سے کسی بنیادی چیز کا منکر ہو۔

اس اصول کی روء سے ایک قدیمُ الاسلام جدی پشتی مسلمان ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کر کے اپنے اسلام کو ضائع کر بیٹھے گا اور اس کے برخلاف ایک غیر مسلم اپنے کفر سے تائب ہو کر ایمان قبول کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے گا، اس کی صراحت نصوص میں یوں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَرَبِّھِمْ. وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرۃ آیت ۶۲) [۳]

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہوی ہیں اور نصاریٰ اور صابئین جو ان میں سے ایمان لائے اللہ (کی ذات وصفات) پر اور قیامت کے دن پر اور اچھے عمل کرے، ایسوں کے لئے ان کا حق الخدمت بھی ہے، ان کے پروردگار کے پاس، اور (وہاں جا کر) ان کو کوئی خوف واندیشہ نہیں ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے (ترجمہ ختم)

۱۔ بیانُ القرآن ج۲ص۷، تفسیرِ عثمانی ج۱ص۱۷۹

۲۔ تفسیرِ عثمانی ج۱ص۲۰۷، بیانُ القرآن ج۲ص۳۸

۳۔ بیانُ القرآن ج۱ص۳۶، تفسیرِ عثمانی ج۱ص۸۹، مزید دیکھئے: المائدۃ آیت ۶۹۔

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ(المائدة آیت ۵) [۱]

ترجمہ: اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہو جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں بالکل خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا (ترجمہ ختم)

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ . وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ. هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ(البقرة آیت ۲۱۷) [۲]

ترجمہ: جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے، پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جائے، تو ایسے لوگوں کے نیک اعمال دنیا و آخرت میں سب برباد ہو جاتے ہیں، اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں، اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (ترجمہ ختم)

سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا پہلی آیت میں ھدایت پر آنے اور ھدایت پانے کا جو معیار یہود و نصاریٰ اور صابئین کے لئے بتلایا گیا ہے وہی معیار مسلمان کے لئے بھی ہے، یعنی جو اسلام کا دعویدار ہو اور مسلمان قوم کا فرد ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے مقبولُ الاسلام ہونے کے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا اور مسلمان معاشرے کا فرد ہے، بلکہ ایمان کی مذکورہ کسوٹی پر اس کے ذاتی اسلام کو جانچا جائے گا، برخلاف بعض سابقہ ادیان کے کہ ان میں دین و شریعت کے دائرۂ کار کی حدود و قیود یا تو اتنی واضح و منقح ہی نہ تھیں یا ان امتوں نے انبیاء کے بعد اپنے ادیان کو تحریف در تحریف کے عمل سے گزار کر ان کا حلیہ اتنا بگاڑ دیا تھا کہ ایمان و کفر کی حدود باہم خلط ملط ہو گئی تھیں، اس بناء پر بڑے سے بڑا کفر کر کے اور اپنے مذہب کے بنیادی معتقدات پر تیشے چلا کر بھی وہ اس دین کے حامل و متبع شمار ہوتے تھے نتیجۃً قوم کی قوم اور امت کی امت کفر کی علمبردار بن کر بھی اسی دین کی نام لیوا ہی رہتی ۔جس سے ان ادیانِ حقہ کی افادیت اور حقانیت کے دامن کا ایک تار بھی باقی نہ بچا، یہود و نصاریٰ وغیرہ امم سابقہ کی مذہبی گمراہیوں کی داستانِ الم ایسی ہی سیاہ کاریوں سے عبارت ہے۔ [۳]

(۶)......اسلام نے انسان کی حیثیت کی تعیین فرماتے ہوئے اسے اشرف المخلوقات اور مخدومِ کائنات قرار دیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے تمام مخلوقات پر فوقیت اور شرافت عطا فرمائی ہے اور ساری زمین کو

---

[۱] بیانُ القرآن ج ۳ ص ۷، تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۳۲۸

[۲] بیانُ القرآن ج ۱ ص ۱۷۳، تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۱۴۲

[۳] ملاحظہ ہو: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر فصل اول ص ۷، فارسی نسخہ

اس کے لئے مسخر کیا ہے اور کائناتی اشیاء کو اس کے تصرف میں دیا ہے یہ تمام کائناتی اشیاء سے نفع اٹھاتا ہے اوران کو کام میں لاتا ہے اس کو کسی مخلوق کا تابع اور خادم نہیں بنایا اور اسے اپنی نیابت اور خلافت کا امتیازی شرف اوراعزاز عطا فرمایا ہے اور اپنی دائمی بندگی اور عبودیت کو اس کا مقصدِ زندگی قرار دیا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے اس کے منشاء و مراد کو سمجھے جس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انبیاء کی بعثت اور آسمانی تعلیمات وشرائع کے اجراء کی شکل میں فرمایا، اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اس وسیع وعریض کائنات میں تصرف کرے۔

حسبِ ذیل نصوص انہی حقائق کی خبر دیتی ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ(الذاريات آيت ۵۶)

ترجمہ: اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے (ترجمہ ختم)

وَاِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِيْفَةً(البقرة آيت ۳۰) [۱]

ترجمہ: اور جس وقت تیرے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (ترجمہ ختم)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا(البقرة آيت ۲۹) [۲]

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے کہ جس نے تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیا جو کچھ بھی زمین میں ہے (ترجمہ ختم)

وَسَخَّرَلَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ(النحل آيت ۱۲)

ترجمہ: اور (اللہ نے مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو (ترجمہ ختم)

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا (النحل آيت ۱۴) [۳]

ترجمہ: اور وہ (اللہ) ایسی ذات ہے کہ جس نے مسخر (تابع) کیا سمندر کو تاکہ تم اس سے تر و تازہ گوشت کھاؤ (ترجمہ ختم)

(جاری ہے......)

---

۱ بیانُ القرآن ج۱ص۱۷

۲ بیانُ القرآن ج۱ص۱۷،تفسیرِ عثمانی ج۱ص۸۰

۳ بیانُ القرآن ج۶ص۳۷،تفسیرِ عثمانی ج۱ص۷۵۲

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

چھینکنے،تھوکنے اور جمائی لینے کے آداب

(۱)...... چھینک انسان کے لئے باعثِ رحمت وراحت ہے،اس سے دماغ میں ہلکا پن اور قوتوں میں جِلاء پیدا ہوتا ہے۔

اوراسی لئے چھینک آنے کے بعد شریعت نے الحمدللہ کہنے کی تعلیم دی ہے۔

(۲)...... جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لیجئے اور دھیمی آواز سے چھینکنے کی کوشش کیجئے، یہ حضورﷺ کی سنت ہے(ترمذی،ابوداؤد،مسند احمد)

اوراس کہ وجہ یہ ہے تاکہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہواور ناک یا حلق سے رطوبت خارج ہوکر کسی نامناسب جگہ نہ پڑے۔

(۳)......اگرکسی ایسی جگہ ہوں کہ چھینک کی آواز سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہو یا آرام میں خلل آتا ہوتو وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ چھینکنا چاہئے، یا اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لینا چاہئے، یا کم از کم کپڑا وغیرہ حائل کر کے آواز کو ممکنہ حد تک پست کر لینا چاہئے۔

(۴)......چھینکنے کے بعد ''الحمدللہ'' یا ''الحمدللہ رب العالمین'' یا ''الحمدللہ علیٰ کل حال'' کہنا سنت سے ثابت ہے(ترمذی)

(۵)...... جب چھینکنے والا الحمدللہ کہےتو سننے والے کو چاہئے کہ ''یرحمک اللہ'' کہے۔

بعض علماء نے اس جواب کو واجب یا کم از کم سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے،لہٰذا اس سے غفلت نہ برتی جائے۔

اوراگر چھینکنے والا الحمدللہ نہ کہےتو وہ حدیث کی رُو سے ''یرحمک اللہ'' کا مستحق نہیں(بخاری،مسلم)

یعنی دوسرے پر یرحمک اللہ کہنا سنت یا واجب نہیں۔

(۶)......اگرایک مجلس میں موجود کئی افراد میں سے کسی ایک نے چھینکنے والے کے الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ دیا تو دوسروں کی طرف سے بھی جواب کی ادائیگی ہوجائے گی۔

(۷)...... جب چھینکنے والے کے الحمدللہ کے جواب میں دوسرا شخص یرحمک اللہ کہے،تو چھینکنے والے کو اس کے جواب میں یہ الفاظ کہنا سنت سے ثابت ہے:'' یَھْدِیْکُمُ اللہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ''(ترمذی،دارمی)

Idara Ghufran

(۸)......روایت سے تین مرتبہ تک چھینکنے والے کے ''الحمد للہ'' کہنے کے جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہنے کا ذکر ہے،اس کے بعد نہیں (مسلم،ترمذی)

کیونکہ نزلہ،زکام کے مریض کو بار بار چھینک آتی ہے،اگر ہر مرتبہ اس کا جواب دیا جائے گا،تو اس سے دوسرے کے معاملات میں خلل واقع ہوگا۔

البتہ پھر بھی اگر کوئی ہر مرتبہ جواب دینا چاہے تو ثواب ہے،گناہ نہیں۔

(۹)...... اگر دوسرے لوگ کام کاج میں مشغول ہوں تو چھینکنے والے کو ''الحمد للہ'' آہستہ آواز میں کہنا چاہئے تاکہ دوسروں کو جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

(۱۰)......تھوکنے کی ضرورت پیش آئے تو مناسب جگہ اور موقع کا انتخاب کرے،

(۱۱)......قبلہ کی طرف منہ کرکے تھوکنا،مسجد یا کسی محترم و پاکیزہ اور صاف ستھری جگہ میں تھوکنا یا دوسروں کے عین سامنے تھوکنا آداب کے خلاف ہے۔

اگر کسی ایسے موقعہ پر تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو تھوکنے کے لئے کسی مناسب جگہ چلے جانا چاہئے،اور اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو کسی تھوک دان یا کپڑے وغیرہ میں ایسے انداز سے تھوکنا چاہئے جو دوسروں کے لئے ایذاء و گھن کا باعث نہ ہو،مثلاً دوسروں سے رُخ پھیر کر یا ہاتھ وغیرہ درمیان میں حائل کرکے تھوکنا چاہئے

(۱۲)......تھوکتے وقت آواز نکالنے سے ممکنہ حد تک پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱۳)...... راستہ چلتے ہوئے اگر تھوکنے کی ضروت پیش آئے تو اس چیز کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ تھوک کسی دوسرے کے اوپر نہ پڑے۔

(۱۴)...... بلاضرورت اپنے ہاتھ میں تھوک کر اسے مَسل دینا اور پھر اسی ہاتھ سے لوگوں سے مصافحہ کرنا اور اسی حال میں کھانا کھانا بری بات ہے۔

(۱۵)......کسی جگہ تھوکنے کے بعد اس کو پانی وغیرہ سے صاف کردینا چاہئے،تاکہ کسی کے لئے تکلیف وایذاء کا باعث نہ بنے۔

اگر کوئی کچی جگہ ہے تو اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر لوگوں کی نظروں سے چھپا دینا چاہئے۔

(۱۶)......تھوک دان وغیرہ میں اگر تھوک موجود ہو تو اس کو ڈھانک دینا چاہئے،تاکہ مکھی مچھر وغیرہ اس پر جمع نہ ہوں،اور دوسروں کے لئے تکلیف کا بھی باعث نہ ہو۔

Idara Ghufran

(۱۷)...... بلاسخت ضرورت کے ہاتھ پرتھوک لگا کرکسی کتاب وغیرہ کی ورق گردانی یا نوٹوں وغیرہ کوشمار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے ، کیونکہ اس کی وجہ سے ایک تو کاغذ گندا وخراب ہوجاتا ہے، اوراس پر داغ دھبے پڑجاتے ہیں، نیز دوسرے کے لئے استعمال کے وقت کراہیت کا باعث ہوتا ہے

(۱۸)......جن لفافوں یاٹکٹوں کوگوندلگی ہوتی ہےان کوزبان سےتھوک لگاکر بنداور چسپاں کرنے سے حتی الامکان بچناچاہئے ، کیونکہ گوندمیں کسی ناپاک یامضر چیز کاامکان ہے،ایسےموقعہ پر پانی وغیرہ سےضرورت پوری کرنا بہتر ہے،اور یہ ممکن نہ ہوتوانگلی وغیرہ کوتھوک میں ترکرکےاس سےضرورت پوری کرنی چاہئے

(۱۹)...... جمائی سستی کی علامت اورشیطان کی طرف سے ہے،اس لئے اسے حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

> جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے،پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئےتواس کوحسبِ استطاعت روکے، کیونکہ جب کوئی جمائی کے وقت منہ سے''ہا'' کی آواز نکالتا ہےتو شیطان ہنستا ہے(بخاری)

(۲۰)......جب جمائی آنے لگےاور باوجودکوشش کے نہ رکےتو فوراًاپنے منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہئے ، یامنہ کوکسی بھی طرح ڈھانپ لینا چاہئے ، کیونکہ جمائی کے وقت منہ کھلا رہنے سے شیطان اندر داخل ہوجاتا ہے،اورمنہ کھلا رکھ کر جمائی کی آواز نکلنے سے شیطان خوش ہوتا ہے،اور ویسے بھی منہ پھاڑ کر جمائی لینااچھی بات نہیں۔

(۲۱)......نماز میں اگر جمائی آئےتو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ سےاور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھنا بہتر ہے۔

(۲۲)...... جمائی روکنے کے لئے اعوذ باللہ اورلاحول ولاقوۃ پڑھنامفید ہے۔

اوربعض علماء نے جمائی روکنے کا ایک آزمودہ یہ نسخہ تجویز کیاہے کہ جب جمائی آنے لگےتو یہ تصور کر لیاجائے کہ انبیاء علیہم السلام کوکبھی جمائی نہیں آئی،اس سے جمائی رُک جاتی ہے۔ [1]

---

[1] قال الزاهدی الطریق فی دفع التثاؤب ان یخطر بباله ان الانبیاء ماتثاء بوا قط قال القدوری جربناه مرار فوجدناه کذالک (البحر الرائق ،کتاب الصلاۃ، عقص شعر الرأس فی الصلاۃ، کذافی ردالمحتار ،کتاب الصلاۃ، آداب الصلاۃ)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ　اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

رمضانُ المبارک کا مقصد اور اس کی رحمتوں سے محروم لوگ

(قسط۱)

مؤرخہ ۲۰/ شعبان ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷/ اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز اتوار حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لائے اور اپنے ملفوظات وارشادات سے لوگوں کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ......)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورة البقره آیت نمبر ۱۸۳) [۱]

رمضان المبارک کے لیے تیاری کرنی چاہیے

الحمد للہ اب رمضان المبارک کا مہینہ آ رہا ہے، اور ہمیں رمضان المبارک کا استقبال کرنا چاہئے، اور رمضان المبارک کا استقبال اس طرح سے ہونا چاہئے کہ ہمارے ذمے جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ہم اُن فرائض کو ادا کریں۔

دیکھو! جب کوئی ہمارے گھر میں معزز مہمان آتا ہے تو اس کیلئے ہم گھر کی ہر طرح سے صفائی اور پاکیزگی کا بڑا انتظام اور اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں اپنے معاملات اور دل کو بھی گناہوں سے پاک کر لینا چاہیے، اور اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے یکسو اور خالی کر لینا چاہیے۔

بقول خواجہ صاحب:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

اس مبارک مہینے کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

---

[۱] اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ (ترجمہ از بیان القرآن)

Idara Ghufran

''رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے دوسرا مغفرات کا ہے اور تیسرا جہنم سے نجات کا ہے'' [۱]

گویا یہ پورا مہینہ ہی رحمت اور مغفرت اور اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش کرانے کا ہے، لہٰذا اس ماہ کی دل وجان سے قدر کرنی چاہیے، اور ایسے کاموں سے بچنا چاہیے جن کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی رحمت سے محرومی ہوتی ہو۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب آپ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے میں نے درجہ پر قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہوجائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہوجائے وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔ [۲]

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات میں یہ بات لکھی ہے کہ جس شخص کو نبی علیہ السلام کی بددعا لگ گئی ہے تو پھر اس کی ہلاکت میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے؟

والدین کی خدمت کا بہت بڑا ثواب ہے اور خدمت نہ کرنے کا بہت بڑا وبال ہے۔

اس لیے ایک تو یہ کام کرنا ہے کہ اگر آپ کے والدین حیات ہیں، اور بوڑھے ہوگئے ہیں تو اگر وہ خفا ہوگئے ہیں تو ان کو راضی اور خوش کرلو؛ والدین اور بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں تو بہت اجر وثواب ہے (جاری ہے......)

---

[۱] وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ (الترغيب والترهيب جلد۲ صفحه۵۸، بحواله ابنِ خزيمة، بيهقى وابنِ حبان)

[۲] رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد كذا فى الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۵۶ و كنز العمال وغيره.

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس مفتی محمد رضوان

مناظرہ جائز ہونے کی شرائط

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’مناظرہ کا جواز ان شرائط کے ساتھ مقید ہے:

(۱)......وہ مسئلہ دین میں مقصود بھی ہو **(۲)**......دل سے یہ ارادہ ہو کہ حق واضح ہو جائے گا تو فوراً قبول کرلیں گے یہ نیت نہ ہو کہ ہر بات کو رد کردیں گے گو سمجھ میں آجائے۔

(۳)......مخاطب پر شفقت ہو **(۴)**......اگر وہ شفقت کے قابل نہ ہو تو صبر اور معدلت (انصاف) کے ساتھ مقابلہ کرے۔

(۵)......اگر قرائن سے عناد مشاہد ہو تو مناظرہ سے معافی کی درخواست کرکے ترک کردے

(۶)......تمام صورتوں میں واجب ہے کہ الفاظ اور مضمون نرم ہو، متانت اور تہذیب کے خلاف نہ ہو، اگر دوسرا درشتی (سختی بے ادبی) بھی کرے تو صبر افضل ہے۔

(۷)......جو بات معلوم نہ ہو نہ جاننے کا اقرار کرنے سے عار نہ کرے وغیرہ ذالک۔

جہاں یہ شرائط نہ ہونگے جیسا آج کل مشاہد ہے وہاں مناظرہ نافع ہونے کے بجائے بالیقین مضر ہوگا (حقوق العلم ص ۸۷، ماخوذ از تحفۃ العلماء ج ۲ ص ۴۹۹)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مناظرہ جائز ہونے کی شرائط بیان فرما کر آخر میں یہ بھی واضح فرمادیا کہ آج کل مناظرہ میں ان شرائط کے نہ پائے جانے کا مشاہدہ ہے، اس لیے یہ مناظرے نقصان دہ ثابت ہورہے ہیں۔

اہلِ علم حضرات جو مناظرہ کے شوقین ہیں، ان کو ان شرائط کو بار بار ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔

باقی جو معاند اہل البدع والھواء پروپیگنڈہ، اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، ان کی مغالطہ آمیزی سے عامۃُ المسلمین کی حفاظت کے لئے مثبت انداز میں اپنے اپنے حلقہ اثر میں کام کرنے کی ضرورت ہے، ضروری درجے میں دین کے اصول وفروعی معتدل تعلیمات سے جب عامۃُ الناس واقف ہونگے، تو باطل پرستوں کی مغالطہ آمیزیوں سے متاثر نہ ہونگے۔

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۱۲)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے تعلق

میری طالب علمی کے زمانہ میں حضرت والا مسیح الامت رحمہ اللہ نے مدرسہ میں تدریس کا سلسلہ تو موقوف کر دیا تھا صرف اصلاح وتزکیۂ نفس کی خدمت میں رات دن مشغولی تھی اور مدرسہ سے کچھ ہی فاصلہ پر آپ کی قیامگاہ اور مجلس گاہ واقع تھی، نماز عموماً حضرت والا اپنے دولت خانہ کے قریب ’’مُنّی والی مسجد‘‘ میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔

اور مدرسہ میں آمدورفت کم ہوتی تھی، اس زمانہ میں مدرسہ کے سرپرست تو آپ ہی تھے لیکن مہتمم آپ کے بیٹے مولانا محمد صفی اللہ خان صاحب، عرف بھائی جان صاحب دامت برکاتہم تھے۔

مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ سے ایک عمومی استفادہ کی شکل تو بحمد اللہ تعالیٰ میزان ومنشعب کے سال مدرسہ میں داخل ہونے کے وقت ہی حاصل ہوگئی تھی، اگرچہ اپنی کم سمجھی اور نالائقی کی وجہ سے جو استفادہ کرنے کی ضرورت تھی اس کا کسی طرح سے بھی حق ادا نہ ہوسکا تھا، حضرت والا کی کبھی کبھار مدرسہ میں آمدورفت کے وقت اور کبھی حضرت والا کی مجلس یا مسجد میں میری حاضری کے وقت حضرت والا کی زیارت کی سعادت حاصل ہوتی رہتی تھی۔

لیکن باضابطہ حضرت والا کی خدمت میں حاضری اور اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ اس وقت قائم ہوا جبکہ میں جلالین یعنی سادسہ کے درجہ میں تھا۔

اصلاحی مکاتبت کے لئے ایک کاپی مختص کرلی تھی، جس میں اپنے اصلاح طلب احوال درج کر کے حضرت والا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے جا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیتے تھے اور حضرت والا جواب تحریر فرمانے کے بعد دوسری متعینہ جگہ پر رکھ دیا کرتے تھے۔

Idara Ghufran

اس کے علاوہ حضرت والا کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ بھی دوپہر کو چھٹی کے بعد اور عصر کے بعد مغرب تک چھٹی کے وقت شروع کردیا تھا، عصر کے بعد تو عموماً حضرت والا رحمہ اللہ خطوط کے جوابات تحریر فرمانے میں مشغول ہوا کرتے تھے، اور کبھی کبھار آنے جانے والوں کو ملاقات کے دوران کچھ نصائح و ہدایات بھی فرماتے رہتے تھے، دوپہر کو چھٹی کے متصل بعد حضرت والا کی صبح سے جاری اصلاحی مجلس میں کچھ وقت کے لئے شرکت بھی ہوجاتی تھی، تھوڑی دیر بعد مجلس تو ختم ہوجاتی تھی۔

لیکن مخصوص افراد کو بعد تک موجود رہنے کی اجازت ہوتی تھی، جن میں بحمد اللہ تعالیٰ بندہ بھی شامل تھا، جس کی حضرت والا نے اجازت مرحمت فرمائی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر مخصوص افراد تو رخصت ہوجاتے تھے، اور حضرت والا کے مخصوص خدام (جن میں کبھی دو اور کبھی صرف ایک فرد ہوتا تھا) باقی رہتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد بندہ کو حضرت والا کی طرف سے ظہر تک خدمت میں موجود رہنے کی بھی بحمد اللہ تعالیٰ اجازت حاصل ہوگئی تھی۔

اس عرصہ میں حضرت والا سے قدرے بے تکلفی کی بھی نعمت حاصل ہوگئی تھی۔ اور اسی وجہ سے حضرت والا کبھی کبھار جائز تفریح کی حد تک گفتگو بھی کرلیا کرتے تھے، مثلاً یہ کہ آج کتنی روٹی اور کتنی بوٹی کھائی، وغیرہ وغیرہ۔

بندہ کبھی کبھار حضرت والا کی نصائح کو اشعار کی صورت میں منضبط کرلیا کرتا تھا، جو حضرت والا کو بھی کبھی سنا دیتا تھا، اس پر بھی بطور تفریح حضرت والا کبھی فرمادیا کرتے تھے کہ آج کیا بنا کر لائے ہیں، اس پر بندہ کچھ اشعار سنادیا کرتا تھا اور حضرت والا کچھ انعام بھی مرحمت فرمادیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت والا نے اچانک شعر سن کر یہ سوال بھی فرمایا کہ آپ قوّال ہیں یا نقّال؟ بندہ نے ہڑبڑاتے ہوئے جواب دیا کہ نقّال، پھر فرمایا کس کے نقّال ہیں؟ بندہ نے عرض کیا آپ کے۔ اس پر حضرت والا نے تبسم فرمایا۔

دوپہر کے وقت حضرت والا کی ڈاک آتی تھی، جس کی تعداد بہت زیادہ ہوا کرتی تھی، اکثر خطوط تو جوابی ہوتے تھے اور بعض غیر جوابی۔

دوپہر کے اس وقت میں حضرت والا کی ڈاک کھولنے کی توفیق بھی حاصل ہوجاتی تھی، جس کا طریقہ یہ ہوتا

تھا کہ جس خط سے جوابی لفافہ برآمد ہوتا تھا اوپر کا آنے والا لفافہ الگ کر کے ٹوکری میں ڈال دیا جاتا تھا اور اندرونی (یعنی جوابی) لفافہ میں آنے والا مضمون رکھ دیا جاتا تھا اور جو غیر جوابی لفافے ہوتے تھے انہیں کھول کر اسی طرح الگ رکھ دیا جاتا تھا حضرت والا جوابی لفافوں پر جواب تحریر فرماتے تھے اور غیر جوابی کو پڑھ کر فارغ کر دیا کرتے تھے، اگر کسی نے دعا وغیرہ کا لکھا ہوا ہوتا تو بغیر ہاتھ اٹھائے سری دعا فرما دیا کرتے تھے۔

بعض لفافوں اور کارڈوں کے اوپر جاندار چیز کی تصاویر ہوتی تھیں ان کو الٹا کر کے رکھا جاتا تھا تا کہ تصویر نیچے کی طرف چھپ جائے اس طرح جوابی اور غیر جوابی اور بیرون ملک واندرون ملک اور کارڈ ولفافوں کو الگ الگ ڈھیریاں بنا کر اوراوپر سے ربڑ بینڈ چڑھا کر سلیقہ کے ساتھ حضرت والا کی نشست گاہ کے قریب ترتیب سے رکھ دیا جاتا تھا۔

میں جب دورۂ حدیث سے فارغ ہو کر تخصص کے سال میں داخل ہوا تو حضرت والا کی صبح والی مجلس کے شروع سے اختتام تک شرکت کی توفیق ہوتی تھی، کیونکہ وہاں مدرسہ کے تخصص کے سال میں حضرت والا کی صبح والی نشستِ خاص میں شرکت گویا کہ نصاب کا حصہ تھی، کبھی مصروفیت یا بیماری وغیرہ کے باعث یہ مجلس منعقد نہ ہوتی تو پہلے سے اطلاع ہو جایا کرتی تھی۔

اس سال بندہ کا حضرت والا سے تعلق غیر معمولی ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں میرا معمول یہ تھا کہ میں جمعرات کے دن چھٹی کے بعد تھانہ بھون چلا جاتا تھا، جہاں اس وقت میری پھوپھی عطیہ مرحومہ قیام پذیر تھیں، اگلے دن جمعہ کو بعد عصر یا پھر بعد مغرب اور کبھی ہفتہ کی علی الصبح مدرسہ واپس آ جاتا تھا اور اسباق میں شرکت ہو جاتی تھی۔

اس زمانے میں جمعرات کا دن گزر کر شبِ جمعہ کو تھانہ بھون کی بعض مخصوص مساجد میں میرا بیان ہوتا تھا اور پھر اگلے دن یعنی جمعہ کے دن پھوپھی صاحبہ مرحومہ کے مکان پر خواتین کے لئے بھی باپردہ بیان ہوا کرتا تھا، جس کی تفصیل حضرت والا کے علم میں تھی اور بندہ حضرت والا سے زبانی وتحریری طور پر کچھ اس سے متعلق ہدایات بھی حاصل کر لیتا تھا۔

(جاری ہے............)

تذکرۂ اولیاء　　امتیاز احمد

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمہ اللہ (دوسری و آخری قسط)

حضرت نظام الدین کا دہلی میں قیام

حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت نظام الدین روحانی دولت سے مالا مال ہو چکے ہیں تو آپ نے دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا اپنے مرید کو رخصت کرتے وقت دو باتوں کی نصیحت فرمائی ایک یہ کہ اگر کسی سے قرض لینا ہو تو جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا، دوسرے اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش کرنے کی کوشش کرنا، ایسے موقع کے لئے شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ صفا　　دلِ دشمناں را نکردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام　　با دوستانت خلاف است و جنگ

ترجمہ: میں نے سنا ہے کہ راہِ حق پر چلنے والے کبھی دشمنوں کا دل بھی تنگ نہیں کرتے، تجھے یہ مقام کیسے میسر آ سکتا ہے، جبکہ اپنے دوستوں کے ساتھ بھی تیرا نزاع واختلاف ہے (ترجمہ ختم)

چنانچہ دہلی میں آپ تشریف لائے تو شہر میں آبادی کی کثرت سے آپ کو عبادت وریاضت کیلئے پُرسکون جگہ نہ ملی اس لیے دہلی سے متصل ایک جگہ غیاث پور میں آکر فروکش ہوئے جو کہ آج کل نظام الدین بستی کے نام سے مشہور ہے جہاں تبلیغی مرکز بھی ہے۔

شروع میں تو یہاں کے قیام کے زمانہ میں بڑی تنگی رہی کئی کئی دن کے فاقے ہوتے تھے، صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ جب حضرت نظام الدین بستی غیاث پور میں سکونت پذیر ہوئے تو وہ زمانہ بڑی تنگی سے گذارا، آپ کے گھر میں ایک تھیلی لٹکی رہتی تھی افطار کے وقت جب اسے ہلایا جاتا تو اس میں سے روٹی کے خشک ٹکڑے گرتے، خدّام انہیں ٹکڑوں کو حضرت کے سامنے رکھ دیتے جس سے آپ روزہ افطار کرتے، سلطان جلال الدین خلجی کو آپ کی اس تنگدستی کا حال معلوم ہوا تو کچھ تحائف آپ کی خدمت میں بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ حکم دیں تو چند گاؤں آپ کے خدمت گزاروں کے لئے نذر کر دیئے جائیں

آپ نے تحائف واپس کر دیئے اور کہلا بھیجا کہ مجھے اور میرے خدمت گزاروں کو گاؤں کی ضرورت نہیں میرا اور میرے خدمت گزاروں کا اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ جب گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی تو میری والدہ ماجدہ کہا کرتی تھیں کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں، والدہ کا یہ جملہ سن کر مجھے بڑی لذت ملتی تھی۔

غیبی تربیت

اسی زمانہ میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب جو آگے چل کر آپ کے خلیفہ ہوئے آپ کی خدمت میں رہتے تھے ایک دفعہ مسلسل کئی دن کا فاقہ ہو گیا ایک نیک بی بی نے کچھ بھیجا۔

شیخ کمال الدین نے آٹے کو مٹی کے ایک برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیا اسی وقت ایک گدڑی پوش درویش آ پہنچا اور کچھ کھانے کو مانگا حضرت نظام الدین نے ہنڈیا کو اٹھا کر درویش کے سامنے دیا اس نے ہنڈیا سے کچھ گرم لقمے منہ میں ڈالے پھر ہنڈیا کو اٹھا کر پٹخ دیا اور یہ کہتا ہوا خلا میں گم ہو گیا کہ:

”شیخ نظام الدین اولیاء کو حضرت گنج شکر رحمہ اللہ نے نعمتِ باطن سے نوازا میں نے ان کی فقیری ہنڈیا کو توڑ ڈالا اب وہ ظاہر اور باطن کی نعمتوں کے سلطان ہو گئے“ [۱]

اس عجیب وغریب واقعہ کے بعد حضرت نظام الدین کا فقر و فاقہ جاتا رہا چنانچہ آپ کی خانقاہ کے گرد ہر وقت امیر وغریب کا ایک ہجوم رہتا تھا اور آپ کے چشمۂ فیض سے ہر کوئی نفع اندوز ہوتا۔

حضرت کی عبادت وریاضت

آپ نے اپنی جوانی میں بھی سخت سے سخت مجاہدات کئے حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی مجاہدات کرنا نہ چھوڑے ،چنانچہ صاحبِ سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ آپ نے جوانی کے زمانے میں کامل تیس (۳۰) سال تک نہایت سخت مجاہدے کئے۔ آپ کا معمول تھا کہ دن میں دومرتبہ مجلس لگاتے تھے صبح کے وقت عام مجلس ہوتی تھی جس میں زیادہ تر صوفیاء اور فقراء کا مجمع ہوتا تھا اس میں سلوک وطریقت کے حقائق بیان فرماتے اور فقراء مساکین کو روپے اور غلّہ وغیرہ تقسیم فرماتے تھے۔

دوسری مجلس ظہر کے بعد عصر تک ہوتی تھی یہ مجلس خاص تھی جس میں زیادہ تر طلباء اور تشنگانِ علوم کا مجمع ہوتا اس میں آپ علمی نکات بیان فرماتے حدیث کی بعض کتابوں کا درس بھی ہوتا حاضرین مجلس میں ہر شخص یہ

---

[۱] اللہ تعالیٰ کی جانب سے تکوینی طور پر یہ سلسلہ ہوا۔

محسوس کرتا تھا کہ وہ الہامی باتیں سن رہا ہے اور عبادت میں اتنا انہماک تھا کہ بعض اوقات رات تو پوری کی پوری عبادت میں گزر جاتی ،غرض یہ کہ خدا کا محبوب اپنے شب وروز خالقِ حقیقی کی عبادت وریاضت میں صرف کرتا ۔کھانے کا معمول یہ تھا کہ سب کو کھلانے کے بعد آخر میں جو بچ گیا کھا لیتے اور اس موقع پر حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے کہ ''ایسی حالت میں جبکہ ہزاروں بندگانِ خدا سڑکوں پر بھوکے پڑے ہیں ان کو کیسے بھول سکتا ہوں۔

سردی کے موسم میں بار بار کروٹیں بدلتے اور فرماتے کہ غریب اور نادار لوگ کیسے سردی کو برداشت کرتے ہوں گے،غرضیکہ کہ آپ کا دل خالق کی معرفت کے ساتھ ساتھ مخلوق کیلئے شفقت ومحبت سے بھرا ہوا تھا۔

آج ہم نے بھی کبھی عمدہ کھانوں اور آرام دہ رہائش گاہوں کو استعمال کرتے ہوئے ان بھوک سے خالی پیٹ اور آسمان کی چھت تلے بے آسرا وبے سہارا لوگوں کو بھی یاد کیا ہے ! جنہیں گرمی وسردی سے بچاؤ کا سامان بھی مہیا نہیں۔

دنیاداروں اور حکمرانوں سے بے نیازی

بادشاہوں اور شہزادوں کے ہدایا اور تحائف قبول نہ کرتے تھے حتی کہ ملاقات کرنے سے بھی خفاء ہوتے تھے ایک مرتبہ سلطان جلال الدین خلجی کو ملاقات کی بڑی تمنا ہوئی اور خدمت میں آنا چاہا لیکن آپ نے اجازت نہ دی امیر خسرو جو کہ حضرت کے قریبی کہلاتے تھے انہوں نے وعدہ کرلیا کہ وہ ان کو حضرت کی خدمت میں حاضر کردیں گے بادشاہ دل میں بہت مسرور ہوا تھا کہ حضرت سے ملاقات ہوجائے گی اور دل کی تمنا پوری ہوگی ،امیر خسرو نے وعدہ تو کرلیا لیکن دل میں سوچا کہ اگر میں بغیر اجازت کے حضرت کی خدمت میں لے گیا تو خفاء ہوجائیں گے لہذا حضرت کے پاس گئے اور کہا کہ سلطان جلال الدین آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں حضرت اسی وقت شہر چھوڑ کر اپنے شیخ کے پاس پاک پتن تشریف لے گئے۔

سلطان جلال الدین کو خبر ملی تو امیر خسرو سے باز پرس کی ،امیر خسرو نے نہایت دلیری سے کہا کہ مجھے بادشاہ کی رنجش سے صرف جان کا خوف تھا لیکن اگر شیخ ومرشد رنجیدہ ہوجائے تو ایمان کا خطرہ تھا سلطان عقلمند، دانا تھا امیر خسرو کے اس جواب پر بہت خوش ہوا اور کوئی گرفت نہ کی۔

اسی طرح دیگر کئی بادشاہوں (سلطان غیاث الدین بلبن ،بادشاہ معز الدین وغیرہ) کو حضرت سے بے انتہاء عقیدت ومحبت تھی مگر کسی کو اپنی خانقاہ میں حاضری کی اجازت نہ تھی۔

ایک موقع پر علاؤ الدین خلجی نے کہلا بھیجا کہ اگر قبول فرمائیں تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کہ آنے کی ضرورت نہیں میں تمہارے لئے غائبانہ دعاء کرتا ہوں اور غائبانہ دعاء اثر رکھتی ہے دوبارہ ملاقات کے لئے اصرار کیا تو آپ نے پیغام بھیجا کہ اس ضعیف کے گھر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے تشریف لائیں گے تو بندہ دوسرے دروازے سے نکل جائے گا۔

سانحۂ ارتحال

وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں رسول ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا ''نظام الدین تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے'' اس خواب کے بعد آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور سفر آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے، گریہ وزاری اس حد تک غالب آ گئی تھی کہ ایک گھڑی بھی آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے جب مرض الموت کی شدّت ہوئی تو دواء پینے کیلئے پیش کی گئی تو فرمایا!

''بیمارِ عشق کی دواء صرف دیدارِ حبیب ہے''

وفات سے کچھ دیر پہلے اپنے مرید وخلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کو تبرکات عطاء کئے اور فرمایا دہلی میں رہ کر لوگوں کی اصلاح کرو اس کے بعد فجر کی نماز پڑھی جب سورج طلوع ہورہا تھا اُس وقت یہ علم وعمل کا پیکر اور رشد وہدایت کا آفتاب غروب ہورہا تھا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُونْ''

تاریخ وفات بروز بدھ ۱۸/ ربیع الاوّل ۷۲۵ھ ہے مزار مبارک دہلی میں ہے، چونکہ آپ نے ساری عمر شادی نہیں اس لیے کوئی نسبی اولاد نہ چھوڑی البتہ روحانی اولاد اور خلفاء بہت کثرت سے ہوئے۔

خلفاء

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ، حضرت امیر خسرو، حضرت حسام الدین، حضرت شیخ برہان الدین، حضرت شیخ شمس الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تعلیمات وملفوظات

فرمایا کہ جب سالک کے سامنے عبادت اور ریاضت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے نفس پر بوجھ پڑتا ہے لیکن جب وہ صدقِ دل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے اور اس کی مشکل آسان ہوجاتی ہے۔

علم وعلماء کے متعلق فرمایا کہ ''علم کتابی ہے اور عقل فطری'' ایک دفعہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مکحول

شامی کو لکھا کہ تُو نے علم سیکھا تو لوگوں میں عزیز اور گرامی قدر رہوا، اب تُو اس پر عمل کر، تا کہ خداوندِ کریم کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہو جائے۔

ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب میں نے علمِ دنیا طلب کیا تو اس نے میرا اخروی علم مٹا دیا اس لئے میں نے ترک کر دیا۔

سماع کو چند شرطوں کے ساتھ جائز کہتے تھے (۱) سُنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو (۲) جو چیزیں سُنی جائیں وہ تمام لغویات اور خلاف شرع امور سے پاک ہوں (۳) جو سُنے خدا کیلئے سُنے (۴) بجانے کے آلات جیسے ڈھول سارنگی طبلہ وغیرہ نہ ہو۔ موجودہ حالات میں مروج سماع میں طرح طرح کے منکرات اور خرابیاں بالعموم پائی جاتی ہیں، اس لئے یہ جائز نہیں فقہاء و علماء اس کو ناجائز کہتے ہیں (تفصیل کے لئے ماہنامہ التبلیغ شمارہ جولائی 2008ء میں خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ کے مضمون کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

(خزینۃ الاولیاء، تاریخ فرشتہ، تذکرۂ اولیائے پاک و ہند، تاریخ مشائخ چشت)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۶ ''تاریخی معلومات''﴾

آپ الزبیدی کے نام سے مشہور تھے (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۱۸، تاریخِ دمشق ج ۱۲ ص ۷)

☐......**ماہِ رمضان ۳۵۰ھ**: میں حضرت ابوحامد احمد بن علی بن حسن بن شاذان نیشاپوری السفار ابن حسنو یہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ سے ان کی تمام تصنیفات کی سماعت کی ہے، آپ دن اور رات کے اکثر حصہ میں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۵۰)

☐......**ماہِ رمضان ۳۵۰ھ**: میں اندلس کے امیر ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویۃ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان المروانی الاندلسی کی وفات ہوئی، آپ کا لقب ناصرلدین اللہ تھا، آپ اندلس کے شہر ''الزہراء'' کے بانی تھے، آپ کی مدتِ خلافت ۵۰ سال تھی، اور اس دوران آپ نے کئی فتوحات کیں، ۲۲ سال کی عمر میں ۳۰۰ھ میں آپ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، ۷۲ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۶۴)

☐......**ماہِ رمضان ۳۵۰ھ**: میں امیر المومنین ابوالعاص حکم بن عبدالرحمٰن بن محمد رحمہ اللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، آپ اندلس میں اپنے والد عبدالرحمٰن بن محمد کے بعد خلیفہ بنے، آپ کا لقب المستنصر باللہ تھا (سیر اعلام النبلاء ج۸ ص ۲۶۹)

پیارے بچو! حافظ محمد ناصر

حیاء والے اور بے حیاء بچوں کی نشانیاں

پیارے بچو! تم نے کئی مرتبہ سُنا ہوگا کہ جب کوئی بچہ اچھا کام کرتا ہے تو اُسے شاباش دی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ بہت باحیاء بچہ ہے، اور جب کوئی بچہ غلط کام کرتا ہے تو اُسے شرم دِلاتے وقت بے حیاء جیسے الفاظ کہہ کر ڈانٹا جاتا ہے۔

بچو! باحیاء کا مطلب ہے، حیاء والا اور بے حیاء اُسے کہا جاتا ہے، جس میں حیاء نہ ہو۔

لیکن بچو کیا تم نے کبھی یہ سوچا کہ حیاء کس چیز کا نام ہے؟ اور باحیاء اور بے حیاء کن بچوں کو کہا جاتا ہے؟

بچو! ابھی تم چھوٹے ہو، اس لیے تمہیں یہ سمجھانا تو کچھ مشکل ہے کہ حیاء کس چیز کا نام ہے۔

لیکن اگر ہم تمہیں حیاء والے اور بے حیائی والے کام بتادیں تو تمہارے لیے سمجھنا آسان ہو جائے گا؛ پھر اگر تم حیاء والے کام کرو گے، تو سمجھ لینا کہ تم باحیاء بچے ہو، اور اگر بے حیائی کے کام کرو گے تو پھر تم بے حیاء بچے سمجھے جاؤ گے۔

ویسے تو حیاء اور بے حیائی کے بہت سے کام ہیں، اُن سارے کاموں کو ایک جگہ لکھا نہیں جا سکتا؛ لیکن ہم یہاں حیاء اور بے حیا بچوں کی چند نشانیاں لکھ دیتے ہیں، اگر تم ان حیاء کے کاموں کو کرو گے اور بے حیائی کے کاموں سے بچو گے تو دوسرے حیاء کے کام بھی تمہارے لیے آسان ہو سکتے ہیں، اور بے حیائی کے کام چھوٹ سکتے ہیں؛ کیونکہ جب انسان میں حیاء پیدا ہو جاتی ہے تو پھر حیاء ایسے انسان سے خود بخود بُری باتیں چھڑا دیتی ہے۔

بچو! حیاء والے بچوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ بڑوں کا ادب اور احترام کرتے ہیں، اور بغیر ضرورت کے بڑوں سے اُن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات چیت نہیں کرتے، اور نہ ہی بڑوں سے بہت اونچی آواز سے بات کرتے ہیں، بلکہ ادب کے ساتھ اتنی آواز سے بڑوں کے ساتھ بات کرتے ہیں کہ اُنہیں اچھی طرح بات سمجھ میں آجائے، ایسے بچوں کی آنکھوں سے شرم اور حیاء نظر آتی ہے؛ حیاء والے بچے ہی والدین اور استاد کی بات مانتے ہیں۔

لیکن بے حیاء بچے بڑوں کے ساتھ اس طرح بات کرتے ہیں جیسے وہ اُن کے ہم عمر ہوں، بڑوں کے ساتھ

چیخ چنگھاڑ کر بدتمیزی کے ساتھ بات کرنا بہت گندی بات ہے؛ایسے بے حیاء بچوں کے ساتھ دوسرے بھی بدتمیزی کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں،اور جب یہ بڑے ہوجاتے ہیں تو انہیں بھی اپنے ہی جیسوں سے واسطہ پڑتا ہے۔

اسی طرح حیاء والے بچوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ اگر اُنہیں کوئی بڑا اُن کے کسی غلط کام سے روکتا ہے یا اُن سے کوئی غلط کام ہوجاتا ہے تو وہ جلدی ہی اُس غلط کام کو چھوڑ دیتے ہیں،اور اپنی غلطی پر شرمندہ بھی ہوتے ہیں؛لیکن جن بچوں میں حیاء نہیں ہوتی،وہ غلط کام چھوڑتے نہیں،بلکہ اُس غلط کام کو کرتے ہی رہتے ہیں، بڑے اُنہیں لاکھ سمجھالیں،وہ ٹس سے مَس نہیں ہوتے،بلکہ اُن غلط کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

حیاء والے بچوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ اگر وہ کسی دوسرے سے کسی صحیح کام کا وعدہ کر لیتے ہیں،تو اُس وعدے کو پورا کرتے ہیں،اور صحیح کام کا وعدہ اس لیے کہا کہ حیاء والے بچے غلط کام نہیں کرتے تو غلط کاموں کا وعدہ کیسے کرسکتے ہیں؟لیکن بے حیاء بچوں کی کسی بات کا اعتبار نہیں،اُنہیں تو جھوٹ بولنے،دھوکہ دینے سے بھی شرم نہیں آتی۔

باحیاء بچوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اچھے اور نیک لڑکوں سے تعلق اور دوستی رکھتے ہیں؛گندے،لڑائی جھگڑا کرنے والوں سے تعلق نہیں رکھتے،اس طرح حیاء والے بچوں کا بے حیاء بچوں سے واسطہ کم ہی پڑتا ہے؛ اور اگر کبھی اُن کا واسطہ کسی بے حیاء لڑکے سے پڑجاتا ہے جو اُن کے ساتھ کوئی بدتمیزی کرتا ہے،اُنہیں گالی دیتا ہے،یا اور کوئی گندی بات کرتا ہے تو وہ گالی کے ساتھ جواب نہیں دیتے،اور گندی بات اپنے منہ سے نہیں نکالتے اور بدزبانی نہیں کرتے،بلکہ حیاء والے بچے تو کسی پر عیب لگانے اور طعنے دینے سے بھی اپنی زبان کی حفاظت کرتے ہیں۔

بچو! تم یہ نہ سمجھنا کہ گالی کا جواب گالی سے نہ دینا تو بزدلی کی بات ہے؛ بلکہ یاد رکھو کہ جن میں حیاء ہوتی ہے وہ بہت بہادر اور مضبوط لوگ ہوتے ہیں۔

بعض سمجھدار لوگوں کا کہنا ہے کہ جس بچے میں حیاء ہوتی ہے،وہ عقل مند ہوتا ہے؛اور شرم وحیاء رکھنے والے بچے بڑے ہوکر عظیم انسان بنتے ہیں،اور اچھی زندگی گزارتے ہیں؛لیکن جن بچوں میں حیاء نہیں ہوتی،تو پھر ایسے بے حیاء بچوں میں آہستہ آہستہ بُری عادتیں اور گندے اخلاق پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ایسے بچے بُرائیوں میں ہی بڑھتے رہتے ہیں،ایسے بچوں کی زندگی پریشانیوں میں گزرتی ہے۔

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط ا)

معزز خواتین! شریعت کے جو احکام عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، ان میں سے ایک مخصوص حکم پردے کا ہے، جس کا ضروری ہونا قرآن، سنت، صحابیات اور امتِ مسلمہ کی نیک و پارسا خواتین کے تعامل اور عقل وقیاس کی رو سے روزِ روشن کی طرح واضح وثابت ہے، اور اس کے تفصیلی احکام فقہائے کرام رحمہم اللہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں فقہی کتابوں میں تحریر فرما دیئے ہیں، انہیں دلائل واحکام کو متعدد اہلِ علم حضرات نے اردو زبان میں مستقل طور پر کتابوں میں جمع فرما دیا ہے، اس موضوع پر اکابر علماء کے کئی مضامین اور کتابیں مختلف پہلوؤں اور انداز کے لحاظ سے چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہیں، یہ مضمون انہیں اکابر علماء کی کتب ومضامین سے انتخاب کردہ چیدہ چیدہ اقتباسات کا گلدستہ ہے، کہیں کہیں اس ناچیز نے بھی ریشم میں ٹاٹ کا پیوند لگا دیا ہے۔

پردے کی اہمیت

اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> انسان کی معاشرتی زندگی میں ستر اور پردے کے مسئلہ کی بھی خاص اہمیت ہے۔ اور یہ اُن خصائص میں سے جن میں انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے۔ خالقِ کائنات نے دوسرے حیوانات میں حیا اور شرم کا وہ مادہ نہیں رکھا جو انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے اس لئے حیوانات اپنے جسم کے کسی حصے کو اور اپنے کسی فعل کو چھپانے کی وہ کوشش نہیں کرتے جو انسان کرتا ہے، اور جس کے لے وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ بہر حال ستر اور پردہ اصولی درجہ میں انسانی فطرت کا تقاضا ہے اسی لئے تمام اقوام وملل اپنے عقائد ونظریات اور رسوم و عادات کے بہت سے اختلافات کے باوجود بنیادی طور پر اس پر متفق ہیں کہ آدمی کو دوسرے حیوانات کی طرح ننگ دھڑنگ نہیں رہنا چاہئے۔ اسی طرح یہ بات بھی تمام انسانی گروہوں کے مسلمات بلکہ معمولات میں سے ہے کہ اس بارے میں عورت کا درجہ مرد سے بھی بلند ہے، گویا جس طرح ستر اور پردے کے باب میں انسانوں کو عام حیوانات کے مقابلے میں امتیاز و

Idara Ghufran

تفوق (فوقیت) حاصل ہے اسی طرح اس معاملہ میں عورت کو مرد کے مقابلہ میں فوقیت اور برتری حاصل ہے، کیونکہ اس کی جسمانی ساخت ایسی ہے کہ اس میں جنسی کشش جو بہت سے فتنوں کا ذریعہ بن سکتی ہے مردوں سے کہیں زیادہ ہے، اسی لئے اُن کو پیدا کرنے والے نے اُن میں حیا کا جذبہ بھی مردوں سے زیادہ رکھا ہے...... بہرحال اولادِ آدم کے لئے ستر اور پردہ بنیادی طور پر ان کی فطرت کا تقاضا اور پوری انسانی دنیا کے مسلّمات میں سے ہے۔ پھر جس طرح انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت کی تکمیل اللہ کے آخری نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی اسی طرح اس شعبہ میں بھی جو ہدایات آپ نے دیں وہ بلاشبہ اس شعبہ کی تکمیلی ہدایات ہیں۔اس باب میں اصولی اور بنیادی احکام تو آپ کی لائی ہوئی کتابِ ہدایت قرآن مجید ہی میں دے دیئے گئے ہیں۔ سورۂ اعراف کے شروع ہی میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور انسانی دنیا کے آغاز کا ذکر ہے فرمایا گیا ہے کہ :.......... ''نسلِ آدم کو ستر چھپانے کی ہدایت اسی ابتدائی دور میں دے دی گئی تھی اور آگاہ کردیا گیا تھا کہ اس بارے میں تم شیطان کے اغوا کا شکار نہ ہوجانا وہ تمہیں انسانیت کی بلند سطح سے گرا کر جانوروں کی طرح ننگا اور بے پردہ کرنے کی کوشش کرے گا۔''

پھر سورۂ نور اور سورۂ احزاب میں خاص کر عورتوں کے پردے کے بارے میں احکام دیئے گئے۔ مثلاً یہ کہ اُن کی اصل جگہ اپنا گھر ہے، لہٰذا بے ضرورت سیر سپاٹے یا اپنی نمائش کے لئے گھروں سے باہر نہ گھومیں......اور اگر ضرورت سے نکلیں (جس کی اجازت ہے) تو پورے پردے والا لباس پہن اوڑھ کر نکلیں......اور گھروں میں شوہروں کے علاوہ گھر کے دوسرے لوگوں، یا آنے جانے والے عزیزوں، قریبوں کے سامنے لباس اور پردے کے بارے میں ان مقررہ حدوں کی پابندی کریں..........اور مردوں کو چاہئے کہ اپنے اہلِ قرابت یا دیگر اہلِ تعلق کے گھروں میں اچانک بلا اطلاع اور اجازت کے نہ جائیں۔ نیز مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو دیکھنے تاکنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ سامنا ہوجائے تو نگاہیں نیچی کرلیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو عقلِ سلیم دی ہے اور اُن کی فطرت مسخ نہیں ہوئی ہے، وہ اگر غور کریں گے انشاء اللہ انہیں اس میں شبہ نہ ہوگا کہ یہ احکام انسان کے جذبۂ حیا کے فطری تقاضوں کی تکمیل

بھی کرتے ہیں اوران سے اُن شیطانی اورشہوانی فتنوں کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے جو زندگی کو گندہ اوراخلاق کو برباد کرتے ہیں، اور کبھی کبھی بڑے شرمناک اور گھنونے نتائج کا باعث بن جاتے ہیں (ماخوز از معارف الحدیث ج۶ص ۳۲۱، ۳۲۳ بتغیر)

پردے کے درجات

بعض علمائے کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں خواتین کے لئے شرعی پردے کے تین درجات بیان فرمائے ہیں:

(۱)...... پہلا درجہ تو یہ ہے کہ عورت گھر میں رہے، اور بدون حاجت (بغیر ضرورت) گھر سے باہر ہی نہ نکلے یعنی نامحرموں کے سامنے اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں تو درکنار اس کا لباس میں ملبوس جسم تک ظاہر نہ ہو، قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اپنے گھروں میں جم کر رہو) (ماخوذ از ماہنامہ البلاغ شمارہ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ ص ۵۱)

اس سلسلہ میں مفتی کمال الدین احمد راشدی صاحب زید مجدۂ تحریر فرماتے ہیں:

پردہ کے متعلق قرآن کریم کی سات آیات اور حدیث کی ستر روایات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مطلوب شرعی حجاب اشخاص ہے یعنی عورتوں کا وجود اورانکی نقل وحرکت مردوں کی نظروں سے مستور، جو گھروں کی چاردیواری یا خیموں اور معلق پردوں کے ذریعہ ہوسکتا ہے اس کے سوا جتنی صورتیں حجاب (پردے) کی منقول ہیں وہ سب ضرورت کی بقاء پر اور وقتِ ضرورت اور قدرِ ضرورت کے ساتھ مقید اور مشروط ہیں۔اس طرح پردہ کا پہلا درجہ جو اصل مطلوبِ شرعی ہے، وہ حجابِ اشخاص ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں (عورت کے لباس اور پردے کے شرعی احکام ص ۸۶)

پردے کے پہلے درجے کا ثبوت قرآن سے

قرآن مجید کی سورۂ احزاب کی ایک آیتِ کریمہ میں یوں ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰی الایة

اور (آگے پردے کے متعلق ارشاد ہے............) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو (مراد اس سے یہ ہے کہ محض کپڑا اوڑھ لپیٹ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو بلکہ پردہ اس طریقہ سے کرو کہ بدن مع لباس (یعنی بدن لباس سمیت از ناقل) نظر نہ آئے جیسا کہ آجکل شرفاء

(نیک اور پارسا لوگوں از ناقل) میں پردہ کا طریقہ متعارف (رائج از ناقل) ہے کہ عورتیں گھروں ہی سے نہیں نکلتیں، البتہ مواقعِ ضرورت دوسری دلیل سے مستثنیٰ ہیں) اور (آگے اسی حکم کی تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ) قدیم زمانۂ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو (جس میں بے پردگی رائج تھی گو بلافحش ہی کیوں نہ ہو......الخ) ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ

اس آیتِ کریمہ کے پہلے جملے کی تشریح کرتے ہوئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ میں عورتوں پر قرار فی البیوت (یعنی گھروں میں ٹھہرا رہنا از ناقل) واجب کیا گیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنا مطلقاً (یعنی بالکل و بہر حال از ناقل) ممنوع اور حرام ہے۔

آگے اس مسئلہ پر تفصیلی طور پر بحث فرمانے کے بعد اخیر میں بطورِ خلاصہ تحریر فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ آیت وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کے مفہوم سے باشاراتِ قرآن اور بعمل نبی کریم ﷺ اور باجماع صحابہ مواقعِ ضرورت مستثنیٰ ہیں، جن میں عبادات حج وعمرہ بھی داخل ہیں، اور ضروریاتِ طبعیہ والدین اور اپنے محارم کی زیارت، عیادت وغیرہ، اسی طرح اگر کسی کے نفقہ اور ضروریاتِ زندگی کا کوئی اور سامان نہ ہو تو پردہ کے ساتھ محنت مزدوری کے لئے نکلنا بھی، البتہ مواقعِ ضرورت میں خروج (نکلنے) کے لئے شرط یہ ہے کہ اظہارِ زینت کے ساتھ نہ نکلیں، بلکہ برقع یا جلباب (بڑی چادر) کے ساتھ نکلیں (ماخوذ از معارف القرآن ج ۷ ص ۱۳۳ تا ۱۳۵)

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ اس آیتِ کریمہ کے پہلے جملے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے شب و روز (دن رات از ناقل) گزارنے کی اصل جگہ ان کے اپنے گھر ہی ہیں، شرعاً جن ضرورتوں کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے، پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدرِ ضرورت نکل سکتی ہیں، آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بلاضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے نامحرم کی نظروں سے لباس بھی پوشیدہ رکھنا چاہئے (تحفہ خواتین ص ۶۸۰)

قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ کے ایک مختصر سے جملے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خواتین کے لئے پردہ شرعاً اتنا ضروری ہے کہ پردے کے اعلیٰ درجے کا حکم واضح طور پر قرآن پاک میں ذکر فرمادیا گیا، جس کی رو سے خواتین کے لئے اصل حکم گھر میں رہنے کا ہے، تاکہ ان کا جسم اور لباس بلکہ قدو قامت اور جسامت تک اجنبی نگاہوں سے پوشیدہ رہے، اس لئے خواتین کو چاہئے کہ وہ پردے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے زیادہ وقت اپنے اپنے گھروں میں گزاریں اور بغیر کسی ایسے عذر جس کی وجہ سے شرعاً گھر سے نکلنے کی اجازت ہو گھر سے باہر ہرگز نہ نکلیں۔ وفقکم اللہ۔ (جاری ہے............)

صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام

صدقۂ جاریہ کی حقیقت اور نیکی کا ذریعہ بننے کی صورتیں، ایصالِ ثواب کا قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس سے ثبوت، مطلق اور عام ایصالِ ثواب کے منکر کا حکم، فقہ کے چاروں ائمہ کے سلسلہ کی کتابوں سے، مالی اور بدنی عبادات کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کا ثبوت، دعا واستغفار، ذکر وتلاوت، نماز، روزہ، صدقات وخیرات، حج وعمرہ، اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب پر احادیث وروایات، ایصالِ ثواب کی شرائط، ایصالِ ثواب سے متعلق بدعات ورسوم، ایصالِ ثواب کے طریقے اور اس سے متعلق مختلف مسائل واحکام، اور ایصالِ ثواب کے منکرین کے شبہات واعتراضات کا جائزہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

مختصر ضروریاتِ دین کورس

مرتبہ: مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

(۱)......سورہ فاتحہ اور آخری تیرہ سورتیں (۲)......حسنِ معاشرت

(۳)......حسنِ اخلاق (۴)......مسائل واحکام

(۵)......ایمان وعقائد اور بدعات ورسوم

پانچ کتابچوں پر مشتمل یہ کورس دین کے پانچوں شعبوں کو محیط ہے۔ ادارہ غفران میں تعلیمِ بالغان کے تحت سمر کورس کے طور پر پڑھایا گیا، اور نہایت مفید وجامع پایا گیا۔

ملنے کا پتہ: کتب خانہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم

سوال:

(الف)......فجر کے فرضوں سے پہلے جو دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں، اگر کسی نے یہ سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

بعض لوگ ایسی حالت میں پہلے سنتیں پڑھتے ہیں، اور پھر امام کے ساتھ فرضوں میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اس طرزِ عمل سے منع کرتے ہیں، اور ان کا کہنا ہے کہ فرض نماز کھڑی ہونے کے بعد سنت نماز پڑھنا صحیح نہیں، کیونکہ فرضوں کا درجہ سنتوں سے زیادہ ہے۔

(ب)......اگر کوئی شخص وقت کی تنگی کی وجہ سے فجر کے فرضوں سے پہلے کی یہ سنتیں نہ پڑھ سکے، تو ہمارے علماء کا کہنا یہ ہے کہ فجر کے فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں نہیں پڑھنی چاہئیں، اور اگر کسی نے یہ سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اسے چاہئے کہ سورج نکلنے کے بعد جب مکروہ وقت گزر جائے اور اشراق کا وقت گزر جائے، اس وقت پڑھنی چاہئیں۔ جبکہ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اگر کوئی فرضوں سے پہلے سنتیں نہ پڑھ سکے تو اسے فجر کی یہ دو سنتیں فرضوں سے فارغ ہو کر پڑھ لینی چاہئیں اور سورج نکلنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں ہمیں کس کی بات پر عمل کرنا چاہئے، تفصیلی جواب سے مستفید فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب :......

(الف)......فجر کی سنتوں کی احادیث میں بہت زیادہ تاکید آئی ہے، یہاں تک کہ ان تاکیدی احادیث کی وجہ سے بعض حضرات نے فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کو واجب قرار دے دیا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ کئی صحابۂ کرام فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے باوجود پہلے سنتیں ادا فرمایا کرتے تھے، اور اس کے بعد فرضوں میں شریک ہوا کرتے تھے، اور کئی عظیم تابعین سے بھی یہی منقول ہے۔ [1]

---

[1] امام ابنِ منذر فرماتے ہیں:

ومـمـن كـان يـرى ان يـصـلـى ركـعتـى الـفجـر والامام فى الصلاة: مسروق، ومكحول، والحسن البصرى، ومجاهد، وحماد بن ابى سليمان ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین کے آثار کو سامنے رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے فجر کی سنتوں کے بارے میں یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہونے میں کم وقت باقی ہو یا جماعت کھڑی ہوچکی ہوتو ایسی صورت میں گھر میں سنتیں پڑھ کر مسجد میں جانا بہتر ہے، اور اگر کسی نے سنتیں نہ پڑھی ہوں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد جماعت شروع ہوچکی ہو تو ہلکی پھلکی سنتیں پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شرکت کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لینی چاہئیں، اور اگر تشہد میں شرکت کی امید نہ ہو تو پھر سنتیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔

لیکن ان سنتوں کے بارے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جہاں جماعت ہورہی ہو، اسی جگہ صف کے پیچھے بغیر کسی حائل کے سنتیں پڑھنا ممنوع ہے، اگر مسجد سے باہر جگہ ہوتو وہاں پڑھے، یا دیوار اور یا پھر کم ازکم کسی ستون کی آڑ میں پڑھے، اور اگر مسجد کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ میں جماعت ہورہی ہو تو دوسرے حصہ میں پڑھنا بھی جائز ہے۔

اگر مسجد بڑی ہو اور اس کے ایک گوشے میں سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت کھڑی ہونے والی صفوں سے کافی دوری ہوجاتی ہو تو اس صورت میں بغیر کسی حائل کے بھی فجر کی سنتیں پڑھنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں یہ دوری حائل کے قائم مقام ہوجاتی ہے۔

(کذافی امداد الفتاویٰ، باب النوافل، ج اص ۳۰۵، امداد الاحکام ج اص ۶۱۲، احسن الفتاویٰ ج ۳ص ۲۵۷ وص ۴۶۰ و۴۶۱)

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (مسلم ج ۱ ص ۲۵۱ حدیث نمبر ۱۱۹۳، ترمذی حدیث نمبر ۳۸۱، نسائی حدیث نمبر ۱۷۳۸ واللفظ لهم، مسند احمد حدیث نمبر ۲۵۰۸۳۵، السنن

﴿گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ وقال مالک: ان لم يخف ان يفوته الامام بالركعة، فليركع خارجا قبل ان يدخل، فان خاف ان تفوته الركعة فليدخل مع الامام، فليصل معه، فاذا طلعت الشمس، فان احب، فليركعهما. وقال الاوزاعي، وسعيد بن عبدالعزيز: اركعهما في ناحية المسجد ما تيقنت انک تدرک الركعة الآخرة، وان خشيت من الآخرة فوتا، فادخل مع الناس، وروى مثله عن مجاهد، وقال النعمان ان خشي ان تفوته من الفجر في جماعة ويدرک ركعة من الفجر صلى الركعتين عند باب المسجد، ثم دخل فصلى مع القوم، وان خاف ان تفوته الركعتان جميعا، صلى مع القوم، ولم يصل ركعتي الفجر، ولايقضيهما (الاوسط لابن المنذر تحت حديث رقم ۲۷۰۱)

Idara Ghufran

الکبریٰ للنسائی جزء ۱ ص ۴۵۴، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۱۰۰۱، مستخرج ابوعوانۃ حدیث نمبر ۱۷۰۹، مسند ابویعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۴۶۴۳، صحیح ابن خزیمۃ حدیث نمبر ۱۰۴۳)

ترجمہ: فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہیں (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّمِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتِيِ الْفَجْرِ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۶ حدیث نمبر ۱۰۹۳ واللفظ لہٗ، مسلم ج ۱ ص ۲۵۱ حدیث نمبر ۱۱۹۱ ابوداؤد حدیث نمبر ۱۰۶۳، مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۰۳۸ وحدیث نمبر ۲۳۱۳۶، مستخرج ابوعوانۃ حدیث نمبر ۱۶۸۳، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۲۵۰۰، صحیح ابن خزیمۃ حدیث نمبر ۱۰۴۵، حلیۃ الاولیاء جزء ۲ ص ۲۰)

ترجمہ: نبی ﷺ کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور رعایت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی کرتے تھے (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا تَدَعُوْهُمَا وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۸ حدیث نمبر ۱۰۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی جزء ۲ ص ۴۷۱)

ترجمہ: فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت ابواسحٰق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی کہ:

حِيْنَ دَعَاهُمْ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا اَبَامُوْسٰى وَ حُذَيْفَةَ وَ عَبْدَاللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ الْغَدَاةَ ثُمَّ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ وَقَدْاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَجَلَسَ عَبْدُاللهِ اِلٰى اُسْطُوَانَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷، باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع، مشکل الآثار للطحاوی، باب اذا اقیمت الصلاہ، جزء ۹ ص ۱۲۵)

ترجمہ: ان کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بلایا (یعنی) حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز

سے پہلے بلایا، پھر جب یہ حضرات ان کے پاس سے نکلے تو جماعت کھڑی ہوچکی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہوگئے (ترجمہ ختم)

(۵)......اور معجم کبیر میں ہے:

اَنَّ الْوَلِیْدَ بْنِ عُقْبَةَ بَعَثَ اِلٰی حُذَیْفَةَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ یَسْأَلُهُمَا عَنِ الصَّلَاةِ یَوْمَ الْعِیْدِ، فَأُقِیْمَتْ صَلَاةُ الْفَجْرِ، فَقَامَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَلْفَ سَارِیَةٍ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۹۳۲۳،وقال الھیثمی: وابواسحاق لم یدرک حذیفة ولا ابن مسعود ،مجمع الزوائد باب فیما یدرک مع الامام)

ترجمہ: ولید بن عقبہ نے حضرت حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس عید کے دن کی نماز کے متعلق سوال کرنے کے لئے قاصد بھیجا، تو اس وقت فجر کی نماز کھڑی ہوچکی تھی، تو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو کر فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھیں، پھر اس کے بعد لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوئے (ترجمہ ختم)

(۶)......ایک روایت میں عبداللہ بن ابوموسیٰ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

اُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ عَبْدُاللهِ اِلَی الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۹۲۸۰، وقال الھیثمی:رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ الثقات ،مجمع الزوائد:باب اذا اقیمت الصلاۃ ھل یصلی غیرھا)

ترجمہ: فجر کی نماز کھڑی ہوچکی تھی، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف تشریف لے گئے، پھر آپ نے (مسجد سے باہر) دو رکعتیں پڑھیں، اور پھر آپ مسجد میں داخل ہوئے (ترجمہ ختم)

(۵)......حضرت عبداللہ بن ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جَاءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْاِمَامُ یُصَلِّی الصُّبْحَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اِلٰی سَارِیَةٍ وَلَمْ یَکُنْ صَلّٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ (معجم طبرانی کبیر ج۹ ص ۲۷۷ حدیث نمبر ۹۲۷۹، واللفظ لهٗ مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۰۲۱، الاوسط لابن المنذر حدیث نمبر ۲۶۹۸،وقال

الهيثمی: رواه الطبرانی ورجاله موثقون ،مجمع الزوائد باب فيما يدرک مع الامام)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکے تھے (ترجمہ ختم)

(۶)......حضرت عبداللہ بن ابوموسیٰ (اشعری) سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّهٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ فِی الصَّلٰوةِ فَصَلّٰی رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

(طحاوی ج ا ص ۲۵۷،باب الرجل يدخل المسجدوالامام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع)

ترجمہ: وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھا تو (پہلے) آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ:

اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ اَبَا مُوْسٰی خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِی الصَّلٰوةِ وَاَمَّا اَبُوْ مُوْسٰی فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ

(مصنف ابن ابی شيبة ج۲ ص ۲۵۱ واللفظ لهٗ، الاوسط لابن المنذر حديث نمبر ۲۶۹۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدھے صف میں داخل ہوگئے (ترجمہ ختم)

(۸)......حضرت مالک بن مغول فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ اَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ فَصَلَّی الرَّكْعَتَيْنِ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸،باب الرجل يدخل المسجدوالامام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع)

ترجمہ: میں نے حضرت نافع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فجر کی نماز کے لئے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی، آپ اٹھے اور (پہلے) دو

رکعتیں پڑھیں (ترجمہ ختم)

(۹)......حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا مِنْ بَیْتِہٖ فَاُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَھُوَ فِی الطَّرِیْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّی الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸ ،باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی (ترجمہ ختم)

(۱۰)......حضرت زید بن اسلم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّہٗ جَاءَ وَالْاِمَامُ یُصَلِّی الصُّبْحَ وَلَمْ یَکُنْ صَلَّی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاۃِ الصُّبْحِ فَصَلَّاھُمَا فِیْ حُجْرَۃِ حَفْصَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا ثُمَّ اِنَّہٗ صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸ ،باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: آپ (فجر کی نماز کے لئے) تشریف لائے تو امام نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سنتیں ادا کیں پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

(۱۱)......حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ ، وَالْاِمَامُ یُصَلِّیْ فَاَمَّا اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ وَاَمَّا اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا،فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَکَانَہٗ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْن (طحاوی ج ا ص ۲۵۷ ،باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی

نماز کے لئے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں (ترجمہ ختم)

(۱۲)......حضرت ابوعثمان انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جَاءَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ وَالْاِمَامُ فِی صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ وَلَمْ یَکُنْ صَلَّی الرَّکْعَتَیْنِ فَصَلّٰی عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا الرَّکْعَتَیْنِ خَلْفَ الْاِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَھُمْ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸، باب الرجل یدخل المسجد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (فجر کی نماز کے لئے مسجد) تشریف لائے تو امام نماز میں تھا اور آپ نے دو رکعتیں (سنت کی) نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے دو رکعت سنت امام کے پیچھے پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ شریک (جماعت) ہو گئے (ترجمہ ختم)

(۱۳)......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّہُ کَانَ یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَیُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ فِیْ نَاحِیَۃِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِی الصَّلٰوۃِ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸،باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: آپ مسجد میں تشریف لاتے تو لوگ فجر کی نماز کی صف باندھے کھڑے ہوتے، آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت (سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتے (ترجمہ ختم)

(۱۴)......حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

کُنَّا نَأْتِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَاقَبْلَ اَنْ نُّصَلِّیَ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ فَنُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ فِیْ آخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِیْ صَلٰوتِھِمْ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸ ،باب الرجل یدخل المسجدوالامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے

حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے، ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاتے (ترجمہ ختم)

(۱۵)......حضرت حصین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ یَقُوْلُ کَانَ مَسْرُوْقٌ یَجِیْئُی اِلَی الْقَوْمِ وَھُمْ فِی الصَّلٰوۃِ وَلَمْ یَکُنْ رَکَعَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَیُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِیْ صَلٰوتِھِمْ

(طحاوی ج ا ص ۲۵۸،باب الرجل یدخل المسجدو الامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: میں نے حضرت امام شعبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجاتے (ترجمہ ختم)

(۱۶)......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَصَلِّھِمَا وَاِنْ کَانَ الْاِمَامُ یُصَلِّیْ ثُمَّ اُدْخُلْ مَعَ الْاِمَامِ (طحاوی ج ا ص ۲۵۸،باب الرجل یدخل المسجدو الامام فی صلاۃ الفجر ولم یکن رکع)

ترجمہ: جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ سنتیں پڑھ لو اگرچہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہوجاؤ (ترجمہ ختم)

اور ایک اور روایت میں حضرت حسن رحمہ اللہ (ایک مخاطب کو مسئلہ بتاتے ہوئے) فرماتے ہیں:

اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ فِی الصَّلَاۃِ وَلَمْ تَکُنْ رَکَعْتَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ، فَصَلِّھِمَا ثُمَّ اُدْخُلْ مَعَ الْاِمَامِ (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۴۰۲۵)

ترجمہ: جب تو مسجد میں داخل ہو اور امام فجر کی نماز شروع کر چکے ہوں، اور تو نے فجر کی دو رکعت سنتیں ادا نہ کی ہوں، تو پہلے ان دو رکعتوں کو ادا کر، پھر اس کے بعد امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو (ترجمہ ختم)

(۱۷)......حضرت ہشام بن حسان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُهُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اِبْدَأْ بِالْمَكْتُوبَةِ إِلَّا رَكْعَتَي الْفَجْرِ (مصنف عبدالرزاق، حديث نمبر ۳۴۴۰)

ترجمہ: میں نے حضرت حسن سے سنا انہوں نے ارشاد فرمایا کہ (فرض نماز کھڑی ہونے کے بعد) فرض سے ابتداء کیجئے، مگر فجر کی دو رکعتیں (اس حکم سے مستثنیٰ ہیں) (ترجمہ ختم)

(۱۸)......حضرت ہشیم کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت یونس نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: يُصَلِّيْهِمَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ الْقَوْمَ فِيْ صَلٰوتِهِمْ

(طحاوی ج ا ص ۲۵۸،باب الرجل يدخل المسجدوالامام فی صلاة الفجر ولم يكن ركع)

ترجمہ: حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ فجر کی دو سنتیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہوجائے (ترجمہ ختم)

(۱۹)......حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّهُ جَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَالْاِمَامُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّلِجَ الْمَسْجِدَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ(مصنف ابن ابی شيبة ج۲ ص ۲۵۱،باب فی الرجل يدخل المسجد فی الفجر)

ترجمہ: وہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں (ترجمہ ختم)

(۲۰)......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَلَمْ تَرْكَعْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَارْكَعْهُمَا وَاِنْ ظَنَنْتَ اَنَّ الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى تَفُوْتُكَ (مصنف ابن ابی شيبه ج۲ ص ۲۵۱،باب فی الرجل يدخل المسجد فی الفجر)

ترجمہ: جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت فوت ہوجائے گی (ترجمہ ختم)

(۲۱)......ایک اور روایت میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنِّيْ لَآتِي الْقَوْمَ وَهُمْ صُفُوْفٌ، اَوْ قَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَاُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ

الْفَجْرِ، ثُمَّ انْضَمُّ اِلَی الْقَوْمِ (الاوسط لابن المنذر حدیث نمبر ۲۷۰۱)

ترجمہ: میں جب (مسجد میں) اس وقت آتا ہوں جبکہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں یا جماعت کھڑی ہوچکی ہوتی ہے، تو میں فجر سے پہلے کی دوسنت رکعتیں پڑھتا ہوں، پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتا ہوں (ترجمہ ختم)

(۲۲)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عروہ کے صاحبزادے ہشام سے اور وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اُبَالِیْ لَوْ اُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ وَاَنَا اُوْتِرُ (مؤطا امام مالک ص ۱۱۱ حدیث نمبر ۲۵۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کہی جاچکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں (ترجمہ ختم)

(۲۳)......حضرت امام مالک حضرت یحیٰی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

کَانَ عُبَادَۃُ بْنُ الصَّامِتِ یَؤُمُّ قَوْمًا فَخَرَجَ یَوْمًا اِلَی الصُّبْحِ فَاَقَامَ الْمُؤَذِّنُ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَاَسْکَتَہٗ عُبَادَۃُ حَتّٰی اَوْتَرَ ثُمَّ صَلّٰی بِھِمُ الصُّبْحَ (مؤطا امام مالک ص ۱۱۱ حدیث نمبر ۲۵۷ واللفظ لہٗ السنن الکبریٰ للبیھقی جزء ۲ ص ۴۸۰)

ترجمہ: حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لئے نکلے تو مؤذن نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی آپ نے اسے چپ کروایا یہاں تک کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی (ترجمہ ختم)

(۲۴)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاُوْتِرُ وَاَنَا اَسْمَعُ الْاِقَامَۃَ اَوْ بَعْدَ الْفَجْرِ یَشُکُّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَیُّ ذَالِکَ قَالَ (مؤطا امام مالک ص ۱۱۱ حدیث نمبر ۲۵۸ واللفظ لہٗ مصنف عبدالرزاق ۴۶۱۰)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وتر پڑھوں گا، اگرچہ میں اقامت سن رہا ہوں یا (یہ فرمایا) اگرچہ فجر کے بعد ہو (حضرت عبدالرحمٰن

Idara Ghufran

بن قاسم کی جانب سے شک ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے کیا کہا ہے) (ترجمہ ختم)

(۲۵)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ فَلَا صَلَاۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ اِلَّا رَکْعَتَیِ الصُّبْحِ (السنن الکبری للبیھقی، الجز ۲ ص ۴۸۳) [۱]

ترجمہ: جب اقامت ہوجائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز نہیں ماسواء فجر کی دو رکعت سنت کے (کہ وہ جائز ہیں) (ترجمہ ختم)

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

(ب)......اگر کوئی شخص فجر کے فرضوں سے پہلے کی دو سنتیں نہ پڑھ سکے، تو سورج طلوع ہونے کے بعد اشراق کے وقت زوال سے پہلے ان سنتوں کو پڑھنا ضروری تو نہیں رہتا لیکن افضل ہے، اور فرض ادا کرنے کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے ان کو پڑھنا مکروہ ہے۔

(کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۵۷)

احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نفل نماز جائز نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول یہ تھا کہ اگر آپ کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج طلوع ہونے کے بعد ادا فرماتے۔

یہی معمول متعدد صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن کا اتباعِ سنت میں اپنا ایک مخصوص والہانہ رنگ اور ذوق تھا، ان کا معمول تھا کہ ان کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتے نہ کہ فرضوں کے بعد۔

---

[۱] وھذا الاسناد ایضا حسن، اعلاء السنن ج۷ ص ۹۵

عن ابی ھریرۃ، قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلاۃ، الا المکتوبۃ، قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر، قال ولا رکعتی الفجر، قال ابو احمد لا اعلم ذکر ھذہ الزیادہ فی متنہ غیر یحییٰ بن نصر عن مسلم بن خالد عن عمرو قال الشیخ وقد قیل عن احمد بن سیار عن نصربن حاجب وھووھم، ونصر بن حاجب المروزی لیس بالقوی وابنہ یحییٰ کذالک وفیمااحتججنا بہ، من الاحادیث الصحیحۃ کفایۃ عن ھذہ الزیادۃ وباللہ التوفیق (السنن الکبری للبیھقی، الجز ۲ ص ۴۸۳)

وقال فی تذکرۃ الموضوعات: وفیہ حجاج بن نصیر وعباد بن کثیر ضعیفان (تذکرۃ الموضوعات جزء ۱ ص ۴۰)

Iqra Ghufran

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات پیش کی جاتی ہیں:

(۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ (مسلم ج ۱ ص ۲۷۵،حدیث نمبر ۱۳۶۶ واللفظ لہٗ، بخاری، حدیث نمبر ۵۴۹ و۵۵۳؛ سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۶۸ ، نسائی حدیث نمبر ۵۵۸، مسند احمد حدیث نمبر ۹۵۷۴، مستخرج ابو عوانۃ حدیث نمبر ۸۷۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سُورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْھُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَکَانَ اَحَبَّھُمْ اِلَیَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ (مسلم، حدیث نمبر ۱۳۶۷،واللفظ لہٗ؛ ترمذی، حدیث نمبر ۱۶۸ ؛ نسائی، حدیث نمبر ۵۹؛ ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۱۲۴۰ ؛ مشکل الآثار للطحاوی، باب نھی عن الصلاۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلاۃ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرام سے کہ جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ (مسلم، حدیث نمبر ۱۳۶۸ واللفظ لہٗ؛ ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۱۲۳۹ ؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۱۰۹۲۱ و۱۱۲۷۷ ؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۱۱۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک

اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت عمرو بن عَبَسَہ سُلمی رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ (مسلم، حديث نمبر ۱۳۷۴ واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، حديث نمبر ۱۶۴۰۰ و۱۶۴۰۵؛ سنن كبرىٰ بيهقي، جزء۲ صفحه ۴۵۵)

ترجمہ: میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کے بارے میں بتلایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی اور میں اس سے ناواقف ہوں مجھے نماز کے بارے میں بتلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ پھر نماز سے رُک جا حتیٰ کہ سورج نکل کر بلند ہو جائے کیونکہ سورج جب نکلتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ فرشتے نماز میں گواہی کے لئے حاضر ہوتے ہیں یہانتک کہ سایہ نیزے کا نیزہ پر قائم ہو جائے (یعنی ٹھیک دو پہر ہو جائے) تو پھر نماز سے رُک جا کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ کیونکہ فرشتے نماز میں گواہی کے لئے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے پھر نماز سے رُک جا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت (بھی) کفار اسے سجدہ کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

(۵)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ صَلَّاهُمَا اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

(مشكل الآثار للطحاوى، حديث نمبر ۳۴۹۱ واللفظ لهٗ، وقال الطحاوى: فهذا الحديث

أحسن إسنادا وأولى بالاستعمال مما قدرويناه قبله فى هذا الباب)

ترجمہ: نبی ﷺ کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو آپ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتے (ترجمہ ختم)

(۶)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَامَ عَنْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَقَضَاھُمَا بَعْدَ مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ (ابنِ ماجه، حديث نمبر ۱۱۴۵ واللفظ لهٗ؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۶۰۵۱؛ ابنِ حبان، حدیث نمبر ۲۷۰۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی دوسنتیں آپ کے سوئے ہوئے ہونے کی وجہ سے رہ گئیں تو آپ ﷺ نے سورج طلوع ہونے کے بعد اُن کی قضا فرمائی (ترجمہ ختم)

(۷)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَسِیَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرُ فَلْیُصَلِّھِمَا إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (مستدرک حاکم، حدیث نمبر ۱۱۰۲، واللفظ لهٗ؛ وقال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه؛ ابنِ حبان، حديث نمبر ۲۵۱۶؛ ابنِ خزيمه، حديث نمبر ۱۰۵۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی دوسنتیں آپ کے سوئے ہوئے ہونے کی وجہ سے رہ گئیں تو آپ ﷺ نے سورج طلوع ہونے کے بعد اُن کی قضا فرمائی (ترجمہ ختم)

(۸)......حضرت زرارہ بن اوفیٰ سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ فَذَکَرَ ھٰذِہِ الْقِصَّۃَ قَالَ فَاَتَیْنَا النَّاسَ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ یُصَلِّ بِھِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا رَأَی النَّبِیَّ ﷺ اَرَادَ اَنْ یَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَأَ اِلَیْہِ اَنْ یَّمْضِیَ قَالَ فَصَلَّیْتُ اَنَا وَالنَّبِیُّ ﷺ خَلْفَہٗ رَکْعَۃً فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَصَلَّی الرَّکْعَۃَ الَّتِیْ سُبِقَ بِھَا وَلَمْ یَزِدْ عَلَیْھَا (ابوداؤد، حديث نمبر ۱۳۰ واللفظ لهٗ؛ سننِ كبرىٰ بيهقى، جزء۲ صفحه ۳۵۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اس سفر کا پورا قصہ ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم (ان) لوگوں کے پاس (جو شریک سفر تھے) پہنچے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ انہیں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ نے اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں۔ پس میں نے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے

پیچھے ایک رکعت پڑھی، پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوگئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی اور اس سے زیادہ کوئی نماز نہیں پڑھی (ترجمہ ختم)

(۹)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرُ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ (ترمذی، حدیث نمبر ۳۸۸ واللفظ لهٗ؛ معرفة السنن والآثار للبيهقي، حديث نمبر ۱۴۲۸)

ترجمہ: جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے (ترجمہ ختم)

(۱۰)......حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَنَّهٗ صَلَّاهُمَا بَعْدَ اَضْحٰى (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۷، جزء۲ صفحہ ۱۵۷)

ترجمہ: انہوں نے فجر کی سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں (ترجمہ ختم)

(۱۱)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ:

اَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ فَقَضَاهُمَا بَعْدَ اَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (مؤطا امام مالک، حدیث نمبر ۲۶۳ واللفظ لهٗ؛ معرفة السنن والآثار للبيهقي، حديث نمبر ۱۴۲۸؛ مشكل الآثار للطحاوي، حديث نمبر ۳۴۹۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

(۱۲)......حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِىْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمْ ، وَالْاِمَامُ يُصَلِّىْ فَاَمَّا اِبْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا فَدَخَلَ فِى الصَّفِّ وَاَمَّا اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهٗ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷، باب الرجل يدخل المسجد والامام فى صلاة الفجر ولم يكن ركع)

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز

پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہوگئے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہوگیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں (ترجمہ ختم)

(۱۳)......حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم (بن محمد) رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

لَوْ لَمْ اُصَلِّهِمَا حَتّٰی اُصَلِّی الْفَجْرَ صَلَّيْتُهُمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (مصنف لابنِ ابی شیبة حدیث نمبر ۵ ج ۲ ص ۴۷۵،باب فی رکعتی الفجر اذافاتته واللفظ لهٗ،وایضاًباب مسألة فی قضاء رکعتی سنة الفجر)

ترجمہ: اگر میں نے فجر کی سنتیں فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہوں (ترجمہ ختم)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان، ۱۴/ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ۔دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن وحدیث، فقہ اور اہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے دسویں مہینے ''شوال المکرّم'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل انداز میں تحریر کیا گیا ہے، اور صدقۂ فطر، چاندرات، عید کی نماز، عید کی رسموں اور شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات پر کلام کیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ آخر میں ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات کو بھی باحوالہ جمع کردیا گیا ہے، اس طرح بحمد اللہ تعالیٰ یہ مجموعہ عوام اور اہلِ علم کے لئے یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہوگیا ہے۔

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۲۰ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں ایک ہی سورۃ پڑھنا

سوال: سنت یا نفل کی ایک سے زیادہ رکعتوں میں ایک ہی سورت بار بار پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب: نماز تو ہو جاتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کی نماز پوری طرح سنت کے مطابق نہیں ہوگی، بس دھکے کے ذریعہ سے کام چلانے والی بات ہوگی۔ جس طرح دھکا اسٹارٹ گاڑی ہوتی ہے، کہ جب تک دھکے نے کام دیا گاڑی چلتی رہی، اور جب دھکا ختم ہوا تو گاڑی نے بھی چلنا بند کر دیا اور ایک گاڑی وہ ہوتی ہے کہ سلف سے اسٹارٹ ہوتی ہے، اس کو دھکا دینا ہی نہیں پڑتا، بلکہ وہ سیدھی منزل پر جا کر رکتی ہے، اب منزل پر تو دونوں گاڑیاں پہنچ رہی ہیں، لیکن ایک دھکے کے ساتھ پہنچ رہی ہے، جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مری سے یہاں تک گاڑی دھکے کے ذریعے سے لانی پڑی ہے، اور دوسری گاڑی دھکے کے بغیر آئی ہے۔ اس طرح ایک ہی سورت کو بار بار پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ جب اس کو کئی سورتیں یاد ہیں، تو ایک ہی سورت سے کیوں کام چلا رہا ہے۔ اگر زیادہ سورتیں یاد نہ ہوں، ایک ہی سورت یاد ہو تب تو الگ بات تھی، بہر حال اس کی نماز ہو جائے گی، لیکن بہتر ہے کہ ہر رکعت میں الگ سورۃ پڑھ لے (احسن الفتاویٰ ج۳ص۷۶)

مشغولی کی وجہ سے نمازیں قضا کر کے اکٹھی پڑھنا

سوال: اگر کام میں یا رزق حلال کمانے میں مصروف ہوں تو کیا تمام نمازیں قضا کر کے اکٹھی پڑھی جاسکتی ہیں؟

جواب: رزقِ حلال کمانے میں بھی انسان کا نمازیں قضا کرنا اور پھر اکٹھی پڑھ لینا درست نہیں ہے (اس کے بعد الزامی جواب کے طور پر فرمایا) اس کے لئے آدمی کو چاہئے کہ پانچ دن کی کمائی اکٹھی ایک ہی دن میں کما لیا کرے اور خوب محنت سے کمایا کرے، پھر ہم اس کو اجازت دے دیں گے، کہ پانچ نمازیں اکٹھی کر کے پڑھ لیا کرے، جب کہ کوئی شخص ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ دنیا کا پانچ دن کا کام اکٹھا کر کے ایک دن میں کرے، تو اس طرح دین کا کام بھی اکٹھا نہیں کرنا چاہئے (بہشتی زیور دوسرا حصہ ص۱۰)

حصولِ رزقِ حلال کی مؤثر تدبیر

اسی سلسلے میں فرمایا کہ: رزق کمانے کی تدبیر کر کے رزق آنے کا جتنا ہمیں یقین ہوتا ہے، اتنا بلکہ اس سے زیادہ رزق آنے میں اعمال (نماز روزہ وغیرہ) کا دخل ہے، نیک اعمال بنسبت تدبیر کے رزق کے آنے میں زیادہ مؤثر ہیں، اور ایسا ہوسکتا ہے، بلکہ بسا اوقات ہوتا ہے، کہ ایک آدمی دین میں لگا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو رزق دے رہے ہیں۔ اور ایسا ہونا ضروری نہیں کہ ایک آدمی دنیا کمانے میں لگا ہوا ہے، اور اس کو دنیا ضرور ملے، بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے باوجود اس کو دنیا نہ مل رہی ہو۔ بہر حال دنیا کمانا یہ ثانوی درجہ ہے، اس لئے یہ انسان کی بہت بڑی بھول ہے کہ دنیا میں لگ کر اُس اصل غرض کو چھوڑ دے کہ جس کے لئے دنیا میں آیا تھا، اصل میں تو یہ اس لئے آیا تھا کہ عبادت کرے اور نماز پڑھے، اور لگ اِس (دنیا کے) کام میں گیا جو اُس (اصل) کام (نماز وروزے) کے لئے معاون تھی۔ کہ کھانا ملے گا، تو نماز پڑھے گا، روزہ رکھے گا اور کمائی میں لگ کر نماز کو قضا کر رہا ہے۔

مخصوص نوعیت کی ذمہ داری جس سے جماعت فوت ہو جاتی ہو کا حکم

(اس دوران ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کسی جگہ کام کی نوعیت اس قسم کی ہو کہ اس کام کی وجہ سے جماعت کا وقت نکل جاتا ہو تو کیا کرے؟)

تو فرمایا: کہ یہ الگ مسئلہ ہے، ایک ہے نماز قضا کر دینا، اور ایک ہے، جماعت نکل جانا، دونوں میں فرق ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی ڈیوٹی نماز کے دوران سیکورٹی کے حوالے سے ہے، جیسے مسجد میں جماعت ہو رہی ہے، اور ایک شخص مسجد کے گیٹ پر ڈیوٹی دے رہا ہے، تا کہ کوئی دہشت گردی وغیرہ نہ ہو جائے، تو ظاہر ہے، یہاں پر اجتماعی نقصان سے بچنے کے لئے اس شخص کا ذاتی ثواب سے محروم ہونا اس کی تو اجازت ہے، لیکن اس کی اجازت نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کا ایک دنیوی معمول بنا لیا، دین اور دنیا کے لحاظ سے کوئی فرق

ہی نہ کیا جائے ،بس اپنا ایک ضابطہ اور قانون بنالیا، کہ بیچ میں چھٹی نہیں ملے گی ،اور نہ ملنے کی بھی کوئی وجہ نہیں، بلکہ اگر پوچھا جائے کہ کیوں نہیں ملے گی ،تو کہتے ہیں کہ ہمارا قانون ہے،اللہ کا قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اپنا بنایا ہوا قانون حیثیت رکھتا ہے۔اس لئے جہاں واقعی ضرورت ہو ،وہاں تو اس کی اجازت ہوسکتی ہے،لیکن بلاوجہ صرف نماز کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے قانون بنانا جائز نہیں اور ایسے قانون پر چلنا بھی جائز نہیں۔

ایمرجنسی ڈیوٹی پر مامور شخص کے لئے نماز کا حکم

(ان صاحب نے دوبارہ سوال کیا کہ میری ہسپتال کے شعبہ ٔ ایمرجنسی (Emergency Department) میں ڈیوٹی ہے،تو میرے شعبہ کے ذمہ دار حضرات یہ کہتے ہیں، کہ آپ اس دوران بھی ڈیوٹی پر موجود رہا کریں تا کہ اگر کوئی مریض وغیرہ آ جائے تو اس کا علاج کیا جا سکے کیونکہ شعبہ ایمرجنسی میں کسی بھی وقت کوئی خطرناک مریض آ سکتا ہے)

جواب : ایسی صورت میں اس محکمہ والوں کو یہ بھی تو چاہیئے کہ جب پہلے والے نماز ادا کر کے ڈیوٹی پر آ جائیں،تو ان کو بھی موقع دیں کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لیں،اور اگر یہ صورت بھی نہ ہو جیسا کہ بعض اوقات ایک آدھ آدمی کی ہی ڈیوٹی ہوتی ہے،تو وہ اگر وہاں سے کہیں جا نہ سکتا ہو تو وہاں پر ہی نماز ادا کرلے،اور بہتر یہ ہے کہ اپنے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو ملا کر جماعت کرالیا کرے،خواہ دوسرا شخص نفل ہی کی نیت سے مقتدی بن جائے (بشرطیکہ نماز ظہر،عصر یا عشاء کی ہو) تو ایسی صورت میں جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوسکتی ہے،اور اگر کوئی دوسرا نہ مل سکے تو اکیلے ہی پڑھ لے،لیکن قضا کرنا بالکل جائز نہیں۔اس میں اگر چہ سیکورٹی والا معاملہ ہو پھر بھی اس ترتیب سے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔کیونکہ نماز کا اللہ تعالیٰ نے لمبا وقت رکھا ہے، یہ کوئی مختصر وقت نہیں ہے، کہ بس چار رکعت نماز ادا کی اور وقت ختم ہوگیا، بلکہ اس میں اتنی گنجائش ہے، کہ پہلے ایک یا چند افراد ڈیوٹی دیں،اور دوسرے حضرات نماز ادا کرلیں اور پھر یہ دوسرے حضرات ڈیوٹی پر آ جائیں اور پہلے والے نماز ادا کرلیں، یا کوئی اور متبادل انتظام کرلیں، آخر جب چھٹی وغیرہ لے کر کہیں جانا ہوتا ہے،تو اس وقت بھی تو کوئی نہ کوئی انتظام کرتے ہی ہیں۔اس لئے نماز کی اہمیت تو اس سے بھی زیادہ ہونی چاہیئے ، کہ نماز کے وقت میں وہ دوسرے حضرات کا باقاعدہ انتظام کریں ۔تا کہ کسی کی نماز قضا نہ ہو۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط ۹)

اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزری ہوگی؟

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب یہ دیتے ہیں کہ:

''بیٹے! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو''

یہ کہہ کر انھوں نے بیٹے کو بوسہ دیا، پرُنم آنکھوں سے انھیں باندھا (مظہری)

اور: وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ

''اور انھیں پیشانی کے بل خاک پر لٹادیا''

شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سیدھا لٹایا تھا، لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باجود گلا کٹتا نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کردیا تھا۔ [۱]

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ ان کی چھری کُند ہوگئی تھی، اور اس وجہ سے ان کا گلا نہیں کٹ سکا۔

اس موقع پر بیٹے نے خود یہ فرمائش کی کہ ابا جان!

مجھے چہرے کے بل کروٹ سے لٹا دیجئے، اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقتِ پدری جوش مارنے لگتی ہے، اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا، اس کے علاوہ چھری مجھے نظر آتی ہے تو مجھے بھی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ [۲]

---

[۱] فلما جر ابراهيم عليه السلام السكين ضرب الله عليه صفيحة من نحاس ،فلم تعمل السكين شيئا، ثم ضرب به على جبينه وحزفى قفاه فلم تعمل السكين شيئا فذالک قوله تعالىٰ :وتله للجبين، كذالک قال ابن عباس (تفسير قرطبى تحت سوره صافات)

وذكر السدى وغيره انه مرالسكين على رقبته فلم تقطع شيئا ، بل حال بينها وبينه صفيحة من نحاس (تفسير ابنِ كثير سورة الصافات)

[۲] عن مجاهد فى قوله وتله للجبين قال وضع وجهه للارض قال :لاتذبحنى وانت تنظر الى وجهى عسى ان ترحمنى ، ولاتجهز على ، اربط يدى الى رقبتى ثم ضع وجهى للارض (تفسير طبرى سورة الصافات)

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی (تفسیر مظہری وغیرہ) واللہ اعلم

وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یّآاِبْرَاهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْ یَا

(اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا)

یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی (خواب میں بھی غالباً صرف یہی دکھایا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں ذبح کرنے کے لئے چھری چلا رہے ہیں) اب یہ آزمائش پوری ہو چکی اس لئے اب انہیں چھوڑ دو:

اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

(ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے اپنے تمام جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، تو ہم بالآخر اسے دنیوی تکلیف سے بھی بچا لیتے ہیں، اور آخرت کا اجر وثواب بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اُوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے، اگلی آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ [۱]

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ

(اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکمِ الٰہی اس دنبہ کو اپنے بیٹے کے بدلے میں ذبح کر دیا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا ثواب مل گیا۔

کیونکہ دونوں باپ وبیٹے درحقیقت دل وجان سے اس کام کو انجام دینے کا فیصلہ کر چکے تھے، اپنی طرف سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ [۲]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے

---

[۱] فالتفت ابراهیم فاذا بکش ابیض اقرن اعین، قال ابن عباس: لقدرأیتنا نتبع ذالک الضرب من الکباش (تفسیر ابنِ کثیر سورة الصافات)

[۲] وقوله انا کذالک نجزی المحسنین ای هکذا نصرف عمن اطاعنا المکاره والشدائد، ونجعل لهم من امرهم فرجا ومخرجا (تفسیر ابنِ کثیر سورة الصافات)

ہابیل نے پیش کی تھی، واللہ اعلم۔

بہرحال یہ جنّتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا، اور انھوں نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا۔ [1]

اس ذبیحہ کو ''عظیم'' اس لئے کہا گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا تھا اور اس کی قربانی کے مقبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا (تفسیر مظہری وغیرہ) (معارف القرآن ج ۷ ص ۴۵۷ تا ۴۶۱ بتغیر)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جذبہ فداکاری وجانسپاری کا یہ عمل بارگاہِ خداوندی میں شرف قبولیت کے اس مقام تک پہنچا کہ قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے یادگار وشاہکار بنادیا، اور اپنی بندگی وعبودیت کا اہم عمل بنا کر دینِ اسلام کا حصہ اور امتِ مسلمہ کا فریضہ قرار دے دیا، کہ ایک طرف تو قرآن مجید میں تعریف وتوصیف کے ساتھ اس واقعہ کو بیان فرما کر قرآن مجید کا لافانی حصہ بنادیا، اور دوسری طرف حج کرنے والوں پر خاص طور پر اور سب مسلمانوں پر بڑی عید کے موقعہ پر عام طور پر قربانی کا فریضہ عائد کردیا۔

بڑی عید کی قربانی میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ جانور کی یہ قربانی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جان کی قربانی کے بدلے میں ہماری کمزوری پر نظر کرتے ہوئے ہم پر عائد کی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا حکم اگر اپنی یا اپنی اولاد کی جان قربان کرنے کا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا قرب ورضا حاصل کرنے کے لئے لامحالہ ہمیں جان کی قربانی بھی دینی پڑتی، جیسا کہ شریعت کی ایک اور اہم ترین عبادت اور چوٹی کے عمل جہاد میں بندہ اپنی نقد جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے میدانِ کارزار میں اترتا ہے، پس جانور کی قربانی کو جان کی قربانی کے عوض میں قبول کرکے اللہ تعالیٰ کا بندے کو اپنی قرب ورضا اور اجر وثواب سے نوازنا یہ محض ان کا کرم اور فضل ہے۔

اسی طرح حج کے اور بھی کئی مناسک جیسے رمی جمرات، صفا ومروہ کی سعی بھی حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی مختلف عاشقانہ ووالہانہ اداؤں اور رب کی طرف سے آزمائشوں میں سرخروی کی یادگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ملتِ ابرہیمی کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کا سچا جذبہ عطا فرمائیں۔ آمین (جاری ہے......)

---

[1] خرج علیه کبش من الجنة ،قد رعی قبل ذالک اربعین خریفا (تفسیر ابنِ کثیر سورة الصافات)

طب و صحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

آڑو (PEACH)

موسم گرما کا ایک اور پھل آڑو بھی خوش ذائقہ اور لذیذ بہت رغبت سے کھایا جاتا ہے، اور ہر امیر و غریب کی پہنچ میں ہوتا ہے۔ اس کی کئی اقسام ہوتی ہیں:

(۱)......مزے میں شیریں ہوتا ہے، اور رنگت میں سبز زردی مائل **(۲)**......مزے میں ترش ہوتا ہے، رنگت میں سبز سرخی مائل۔ اس کے علاوہ پیوندی بھی ہوتا ہے، اسے پشاوری بھی کہتے ہیں۔

آڑو کو عربی زبان میں خوخ، فارسی اور سندھی میں شفتالو انگریزی میں PEACH کہتے ہیں۔

مزاج: اطباء کے نزدیک ترش آڑو کا مزاج سرد تر اور شیریں کا تر اور گرم ہے۔

آڑو کے چند فوائد و خواص: آڑو وٹامن سی سے بھرپور ہوتا ہے۔ جسم کو غذائیت دینے کے ساتھ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے، اس پھل میں شکر لحمی مادہ، لوہا، فاسفورس اور معدنی اجزاء بھی پائے جاتے ہیں۔ بخار دموی وصفراوی کو مفید ہے، گرمی کے بخار میں مریض کو آڑو کا ایک دانہ دینا طبیعت کو فرحت دیتا ہے، گرمی کی شدت اور تپش کو کم کرتا ہے، پیاس کو ختم کرتا ہے، اور خونی بخار کو ختم کرتا ہے۔

آڑو صالح خون پیدا کرتا ہے، خون کی تیزابیت کو دور کرتا ہے اور جلدی امراض پھوڑے پھنسی سے حفاظت کرتا ہے، شوگر کے مریض کے لئے فائدہ مند ہے اور ایک بہترین غذا ہے۔

آج کل قبض کی شکایت عام ہے، یہ قبض کو دور کرتا ہے، قبض والے حضرات اس کو استعمال کریں تو اجابت بافراغت لاتا ہے، اگر اس کو ہفتے یا دو ہفتے باقاعدگی سے استعمال کیا جائے، تو پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں، خون کی رگوں کی سختی کو ختم کرتا ہے اسی لئے بلڈ پریشر کے لئے بھی بے حد مفید ہے، ہائی بلڈ پریشر کو اعتدال پر لاتا ہے، ہضم کے نظام کو درست کرتا ہے، جگر و معدہ، آنتوں کے زہریلے فضلات کو دور کرتا ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے اس کا استعمال کرنا معدہ کی تیزابیت کو دور کرتا ہے۔ آڑو منہ کی بدبو کو ختم کرتا ہے، بواسیر کے مسے دور کرتا ہے۔ ان کی درد جلن اور ٹیس کو دور کرتا ہے، بواسیر کے مرض میں آڑو کی گٹھلی کا تیل نکال کر بھی استعمال کیا جاتا ہے، یہ تیل کان کے درد اور بہرے پن کو بھی دور کرتا ہے، آڑو جریان کو روکتا ہے اور قوتِ باہ کو بڑھاتا ہے۔ ذرا سی ہینگ کو دیسی گھی میں بھون کر آڑو کے رس میں شامل کر کے پلانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔ آڑو کے پھول کھانسی کے لئے بے حد مفید ہیں۔

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□...... جمعہ ۲۶/ شعبان و ۴/ ۱۱/ رمضان کو تینوں مسجدوں میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں

□...... جمعہ ۴ رمضان سے مسجد غفران میں نمازِ جمعہ کا باقاعدہ آغاز ہوا، پہلا جمعہ مولوی ابرار حسین صاحب نے اور دوسرا جمعہ ۱۱/ رمضان کو مولوی طارق محمود صاحب نے پڑھایا۔

□...... جمعہ ۱۱/ رمضان کو جناب قاری بلال تھانوی صاحب (باغپت، انڈیا) مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار تشریف لائے اور بعد از نمازِ تراویح بیان فرمایا۔

□......اتوار ۶/ رمضان المبارک رات کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے ماموں صاحب جناب محبوب حسن صاحب واپس دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔

□......اتوار ۱۳/ رمضان کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کا جناب مظہر قریشی صاحب مرحوم کے گھر محلّہ کرتار پورہ میں خواتین کے لئے اصلاحی بیان ہوا۔

□......سوموار ۲۹/ شعبان قبل العشاء رمضان کا اعلان ہونے پر تراویح کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد امیر معاویہ میں حسبِ معمول حضرت جی مدیر صاحب دامت برکاتہم تراویح میں قرآن مجید سنا رہے ہیں، اور تراویح کے بعد دینی مسائل اور بیان کی دینی اور علمی نشست بھی ہوتی ہے، مسجد نسیم گل نور مارکیٹ میں مولوی ناصر صاحب، ادارہ کے ایک حصہ میں مولانا طارق صاحب اور مسجد غفران میں بندہ محمد امجد تراویح میں قرآن مجید سنا رہے ہیں۔ مسجد غفران میں بھی تراویح کے بعد مختصر درس ہوتا ہے۔

□......سوموار ۲۹/ شعبان حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم عمرہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں، اور وسط رمضان کے لگ بھگ واپسی متوقع ہے، انشاءاللہ۔ بخیر رفتی وباز آمدی۔

□......منگل ۲۳/ شعبان مفتی محمد یونس صاحب اور بندہ محمد امجد مسجد کوہسار اسلام آباد میں حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کے ہاں مجلس میں حاضر ہوئے۔

□...... بدھ ۲۴/ شعبان کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم عصر میں حضرت جی نواب صاحب دامت برکاتہم کے ہاں مجلس میں حاضر ہوئے، مولوی ناصر صاحب اور بندہ محمد امجد بھی حضرت کے ہمرکاب تھے۔

□......جمعرات ۲۵/ شعبان شام کو بندہ امجد کا ایک نجی معاملہ میں ہری پور ہزارہ جانا ہوا اگلے دن واپسی ہوئی۔

□......رمضان المبارک میں دارالافتاء کے مشاغل اور قرآنی شعبوں کا تعلیمی سلسلہ حسب معمول جاری ہے، اصلاحی مجالس موقوف ہیں۔ دیگر غیر اہم بعض امور واسفار کا سلسلہ بھی موقوف ہے۔

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

23/اگست 2008ء بمطابق 20 شعبان المعظم 1429ھ: پاکستان: ہرات اتحادی طیاروں کی بمباری سے 50 بچوں 19 خواتین سمیت 76 جاں بحق، جاں بحق ہونے والے بچوں کی عمریں 15 سال سے کم ہیں **24/اگست**: پاکستان: معاہدے قرآن حدیث کے الفاظ نہیں کہ تبدیلی نہ لائی جاسکے، زرداری (ن لیگ کے ساتھ بعض معاہدوں کی عدم بجا آوری پر جناب آصف علی زرداری کا موقف) پاکستان: وعدہ شکنی کی سیاہی اپنے اور اپنی جماعت کے منہ پر نہیں ملنا چاہتے، پی پی کے ساتھ اپنے اتحاد کو بچانے کی بھرپور کوشش کی ترجمان ن لیگ **25/اگست**: پاکستان: زرداری وفاق کی علامت کے طور پر موزوں شخصیت نہیں، لیاقت بلوچ پاکستان: رمضان المبارک میں اشیائے صرف کی سستے داموں فراہمی یقینی بنائیں گے، شہباز شریف افغانستان: طالبان نے نیٹو کا ہیلی کاپٹر مار گرایا، پکتیا سے 6 اہلکار اغواء **26/اگست**: پاکستان: ن لیگ کا حکمران اتحاد سے علیحدگی کا اعلان پاکستان: مشرف کی تمام تر کوششوں کے باوجود نہ ٹوٹنے والا اتحاد مفادات کی نظر، تجزیاتی رپورٹ **27/اگست**: پاکستان: اسلام آباد ماڈل ٹاؤن میں ہوٹل میں دھماکہ 8 جاں بحق، 50 زخمی **28/اگست**: پاکستان: زرداری سے کوئی ذاتی لڑائی نہیں، قومی معاملات پر سمجھوتہ کریں گے نہ ہی مینڈیٹ کو مصلحت کا شکار ہونے دیں گے، نواز شریف **29/اگست**: پاکستان: وکلاء کے احتجاجی دھرنے، کوئی شخص اپنے معاہدوں اور وعدوں سے مکر جائے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، وکلاء قیادت **30/اگست**: پاکستان: درہ آدم خیل کوہاٹ، بم دھماکے اور خودکش حملہ 4 جاں بحق، لیفٹیننٹ کرنل سمیت 39 زخمی **31/اگست**: پاکستان: مذاکرات کامیاب طلباء جامعہ فریدیہ میں داخل پولیس ہٹادی گئی، جامعہ حفصہ کو متبادل جگہ تعمیر کرنے پر اتفاق **یکم ستمبر**: پاکستان: پاک فوج کے 26 بریگیڈیئرز کو میجر جنرل کے عہدوں پر ترقی دے دی گئی پاکستان: قوم کو جلد بتائیں گے کہ دہشتگردوں کو جدید گاڑیاں اور میزائل کون دے رہا ہے، مشیر داخلہ کاش یہ وعدہ پورا ہو، کیونکہ یہ امر واقعتاً قابلِ غور ہے کہ وہ حضرات جو نان شبینہ کے بھی محتاج نظر آتے ہیں اتنا جدید اسلحہ و وسائل کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ عوامی حلقے **2 ستمبر**: پاکستان: دہشت گردی و دیگر اہم مسائل پر قابو پانے کے لئے قومی پالیسی کی ضرورت ہے، نواز شریف اس طرح کی خبروں پر بعض حلقوں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ کہیں ہم غیروں کی پالیسی پر عمل پیرا تو نہیں ہیں (ناقل) **3 ستمبر**: پاکستان: قبائلی اور طالبان ہمارے بھائی ہیں، امریکہ کے غلام نہیں، شرپسندوں سے اپنی جنگ لڑ رہے ہیں، وزیر اعظم **4 ستمبر**: پاکستان: اسلام آباد ہائی وے پر وزیر اعظم کے قافلے پر فائرنگ تمام افراد محفوظ رہے 12 گھنٹے میں رپورٹ طلب پاکستان: جنوبی

وزیرستان امریکی فوجیوں نے گھروں میں گھس کر20 شہری شہید کردیئے، امریکی سفیر کی دفتر خارجہ طلبی واقعہ پر شدید احتجاج، ﴿ ایک دن پہلے وزیر اعظم کی طرف سے مذکورہ بیان اور اگلے دن یہ دونوں واقعات خاصی اہمیت کے حامل ہیں شائد یہ بتلانے کے لئے ہیں کہ ہماری غلامی سے بغاوت کی جو بھی کوشش کرے گا اس کا انجام بے نظیر جیسا ہوگا، جنرل حمید گل سابق سربراہ آئی ایس آئی (وائس آف امریکہ) ﴿ **5 ستمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان سرحد پار سے 3 میزائل حملوں میں 5افراد شہید، سوات میں فورسز کی بمباری24 جاں بحق ﴿ **6 ستمبر**: پاکستان: جنوبی وزیرستان پر تیسرا امریکی میزائل حملہ 7افراد شہید، ہماری خود مختاری کا احترام کیا جائے، پاکستان ﴿ **7 ستمبر**: پاکستان: آصف علی زرداری بھاری اکثریت سے صدر منتخب ﴿ زرداری کا صدر منتخب ہونا مثبت اشارہ ہے، امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس ﴿ **8 ستمبر**: افغانستان: قندھار اور ہرات میں 3 خودکش حملے طالبان کی کارروائیوں میں اضافے کا ذمہ دار برطانیہ ہے، حامد کرزئی ﴿ **9 ستمبر**: پاکستان: شمالی وزیرستان مدرسے پر امریکی میزائل حملہ، 11 طالبات سمیت 23 شہید ﴿ **10 ستمبر**: پاکستان: امریکہ وزیرستان میں معصوم اور بے گناہ افراد کو نشانہ بنا رہا ہے، وزیر اعظم ﴿ پکتیا طالبان کے حملوں میں شدت 6 سے زائد افغان فوجی ہلاک 45 کنٹینرز تباہ ﴿ **11 ستمبر**: پاکستان: پاکستان کے اندر کارروائی کر سکتے ہیں امریکہ، منہ توڑ جواب دیں گے، چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق کیانی ﴿ **12 ستمبر**: پاکستان: امریکہ نے آئندہ حملہ کیا تو جوابی کارروائی کریں گے، پاک فوج ﴿ پاکستان: صدر اور وزیر اعظم جیل اصلاحات کے لئے موثر اقدام کریں، کیونکہ دونوں ماضی میں پابند سلاسل رہ چکے ہیں سینیٹر طلحہ محمود، یہ بات واقعتاً قابل غور ہے اور ہماری جیلوں کی حالتِ زار قابلِ رحم وقابلِ توجہ ہے، کیونکہ جیلوں میں بعض ایسے مظلوم بھی پابندِ سلاسل ہیں، جو ناکردہ جرائم کی سزا بھگت رہے ہیں، اور دوسری طرف بعض ایسے خطرناک گروہ بھی جیلوں میں گھناؤنے کاموں میں سرگرم عمل ہیں کہ جس سے جیل کی سزا کی افادیت ومقصدیت ختم ہو کر رہ گئی، بلکہ بسا اوقات ایک ملزم کچھ عرصہ جیل میں گزار کر عادی مجرم بن کر باہر نکلتا ہے، عوامی حلقے۔

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی وتحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 13

''ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

By Mufti Muhammad Rizwan Translated By Abrar Hussain Sathi

Is There Any Picture On The Moon?

(Continued previously↓....) (6th &last Part)

Thirdly we believe in Holy Prophet (S.A.W) without looking any picture of his shoe in the moon, on the other hand there is no any traditions from the Holy Prophet (S.A.W) in which it is predicted that there should be such and such picture will appear in the moon.

In fact the moon is a creation of God and this is created for some particular job, especially for human services, and it was divided into two parts by just pointing of the hand of the Holy Prophet (S.A.W).

To show love with the Holy Prophet (S.A.W) and his qualities, and their sovereignty, and act upon his methods are better million times than believing on such claims.

So we should love him (S.A.W), and his sunnahs and should act according to them, and in this way is the real success.

We end this topic with one of the sayings of the Holy Prophet (S.A.W). He said, "Which one loved with my sunnahs, had loved with me, and one who loved with me, will be my companion in Heaven (Jannah)"

Oh our God! Make us from those who love Your Holy Prophet (S.A.W).

There are three things about this shape of the shoe of the Holy Prophet (S.A.W), which we should keep in our mind. First of all is that, "Is it the real shape of the shoe of The Holy Prophet (S.A.W)? We cannot say this thing confidently, because there are no strong traditions about that. So we should keep silence about such topics. Because it is not appropriate, to relate any thing, without any research towards Holy Prophet (S.A.W). Secondly some people do extra ordinary believing with this picture of the shoe of Holy Prophet (S.A.W) that they published its picture in booklets and flags. It is not a correct way, according to the rules of sharia.

Because it is clear that the shoe that Holy Prophet (S.A.W) has wore him-self, and the picture that we publish in our booklets flags etc, are not containing the same barkah (the grace).

However it is not lawful to dishonor this picture.

But it is not correct to give him the ability of the real shoe of the Holy Prophet (S.A.W) is not correct way.

Thirdly we believe in Holy Prophet (S.A.W) without looking any picture of his shoe in the moon etc, on the other hand there is no any traditions from the Holy Prophet (S.A.W) in which it is predicted that there should be such and such picture will appear in the moon.
Moon infect the moon is a creation of God and which is created for the creations which lives on earth, and it was divided into two parts by just pointing of the hand of the Holy Prophet (S.A.W).
To love the Holy Prophet (S.A.W) and his qualities, and their sovereignty, and act upon his methods are better million times than believing on such claims.
So we should love him (S.A.W), and his sunnahs and act upon on them, and in this way is the real success.
We end this topic with one of the sayings of the Holy Prophet (S.A.W). He said, "Which one loved with my sunnahs, had loved with me, and one who loved with me, will be my companion in Heaven (Jannah)"
Oh our God! Make us from those who love your Holy Prophet (S.A.W).

(.........To be continued↱)